جلد ۸
شمارہ ۱۰

کراچی: ہفتہ ۹ - اپریل ۱۹۵۵ء

قیمت چار آنہ
سالانہ دس روپے

قرآن نے کیا کہا؟

شرک یہی نہیں کہ تم مٹی اور پتھر کے بت بنا کر انہیں سجدہ کرنے لگ جاؤ۔ یہ بھی شرک ہے کہ تم زندگی کے مختلف شعبوں میں مختلف قوانین تسلیم کرلو۔ آسمانوں پر خدا کا قانون اور زمین پر انسانوں کا قانون۔ مسجد کی چار دیواری تک خدا کا قانون اور دکان پر اپنا قانون۔ شراب کی بھٹیوں اور قمار خانوں پر خدا کا قانون لیکن حکومت کے مالیات پر انسان کا خود ساختہ قانون۔ وقال اللہ لا تتخذوا الھین اثنین۔ حالانکہ خدا کا ارشاد ہے کہ دو الگ الگ ہستیوں کا اقتدار کہیں نہ مانو۔ انما ھو الہ واحد۔ اقتدار صرف اکیلے خدا ھی کا ہے۔ یاد رکھو۔ ولہ ما فی السموت والارض۔ خارجی کائنات میں اور اس دنیا میں ہر شے اس کے پروگرام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ ولہ الدین واصباً۔ اطاعت صرف اسی کے قانون کی دائم و لازم ہے۔ افغیر اللہ تتقون (۱۶/۵۱-۵۲) تو کیا تم اس کے قانون کے علاوہ کسی اور کے قانون کی نگہداشت کروگے؟

طلوع اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ...

1. تنہا انسانی عقل، زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اسے اپنی رہنمائی کیلئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی۔
2. یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ اس لئے نوعِ انسانی قرآن کے بغیر اپنی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔
3. حق اور باطل کا معیار قرآن ہے۔ ہر وہ بات جو قرآن کے مطابق ہوگی صحیح ہوگی جو اس کے خلاف ہے غلط ہے۔
4. حضور نبی اکرمؐ انسانی سیرت و کردار کے بلند ترین مقام پر فائز تھے لیکن عجمی سازشوں نے ہماری تاریخ میں ایسی چیزیں شامل کر رکھی ہیں جن سے حضورؐ کی سیرت داغدار ہو کر سامنے آتی ہے۔ ہماری تاریخ کے ایسے تمام حصے (خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں) یکسر غلط اور وضعی ہیں۔ حضورؐ کی سیرت کا صحیح معیار خود قرآن کریم ہے۔
5. قرآن کی رو سے دنیا میں بسنے والے تمام انسان ایک عالمگیر برادری کے افراد ہیں۔ اس برادری کے قیام کی عملی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک نظام کے مطابق زندگی بسر کرے۔
6. اس عالمگیر نظامِ زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں۔ (انہیں قانونِ شریعت کہا جاتا ہے) یہ جزئی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔
7. اس نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فرد معاشرہ اپنی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہیں رہتا۔ اسے ربوبیتِ عامہ یعنی تمام نوعِ انسانی کی پرورش سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
8. ربوبیتِ عامہ کے مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں تاکہ رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے لحاظ سے ہو سکے اور اس طرح کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے۔ اسے "قرآنی نظامِ ربوبیت" کہا جاتا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ...

ابتداءً پاکستان میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں قرآنی نظامِ ربوبیت نافذ ہو جائے تاکہ صفاتِ خداوندی کی روشنی میں ہر انسان کی دبی ہوئی صلاحیتیں کامل نشوونما پا سکیں اور اس طرح "زمین اپنے پرورش دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے"۔

اگر آپ طلوع اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوع اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

★ ہنگامی حالات کے بعد ★ کرنل ناصر کی خدمت میں ★ افغانستان ★ تاریخی شواھد ★ مجلس اقبال ★ عورت کا قرآن
★ اسلام کی سرگزشت ★ بزم طلوع اسلام ★ سلیم کے نام ★ اندرون ہند ★ ستاروں کی گزرگاہیں ★ باب المراسلات
★ حقائق و عبر ★ نقد و نظر ★ بین الاقوامی جائزہ ★ عالم اسلامی

As -/4/-

قرانی فکر کی نشر و اشاعت

آپ اس میں کس طرح حصہ لے سکتے ھیں

طلوع اسلام قرانی فکر کی نشر و اشاعت کا ذریعہ ھے۔ ظاھر ھے کہ اسکا لٹریچر جسقدر زیادہ شائع ھوگا اسی قدر قرانی فکر عام ھوگی اور اسی نسبت سے قرانی انقلاب قریب سے قریب تر آتا جائیگا۔ اس کے لئے طلوع اسلام نے "پیشگی خریداران" کی اسکیم جاری کی ھے۔ یعنی اگر آپ ایک سو روپیہ پیشگی ادا کردیں (یک مشت یا پچیس روپے کی ماھانہ اقساط میں) تو آپ کا حساب کھول لیا جائیگا اور اس میں سے آپ کو طلوع اسلام کی شائع کردہ کتابیں بلا محصول ڈاک گھر بیٹھے ملتی جائینگی تآنکہ آپ کی پیشگی رقم پوری نہ ھوجائے۔ اس طرح - - -

- آپ کی پیشگی رقم سے ھمیں مزید کتابیں شائع کرنے میں سہولت مل جائیگی۔ اور
- آپ کو طلوع اسلام کی کتابیں بلا محصول ڈاک خود بخود ملتی چلی جائینگی۔ اگر آپ اس وقت تک اس اسکیم میں شامل نہیں ھوئے تو اب شامل ھوجائیے۔

معاملہ کی ضروری باتیں

- ★ طلوع اسلام آپ کا اپنا ادارہ ہے اس لئے اس سے اسی طرح کا برتاؤ کیجئے جس طرح اپنوں سے برتاؤ کیا جاتا ھے۔ یہ بھی آپ سے ایسا ھی برتاؤ کریگا۔
- ★ حساب میں بعض اوقات غلطی ھوسکتی ھے۔ ایسی غلطی باھمی افہام و تفہیم سے صاف کرلیجیے۔
- ★ رسالہ کے انتظامی معاملات کے متعلق الگ خط لکھئے۔ کتابوں کے لئے الگ۔
- ★ مضامین کے متعلق مدیر کے نام علحدہ خط لکھئے۔ نیز استفسارات مدیر کے نام الگ بھیجئے۔
- ★ پتہ کی تبدیلی سے کم از کم دو ھفتہ پہلے اطلاع دیجئے۔
- ★ پرچہ نہ ملنے کی اطلاع تاریخ اشاعت کے ایک ھفتہ کے اندر دیجئے۔ بعد میں رسالہ قیمتاً بھیجا جائیگا۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۷۳۱۳۔ کراچی ۔ ۳

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار

طلوع اسلام

جلد ۸ ۹ اپریل ۱۹۵۵ء نمبر ۱۰

ہنگامی حالات کے بعد

گورنر جنرل نے ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو غیر معمولی جرأت اور تدبر سے مجلس دستور ساز کو توڑا تو اس پر ملک کے گوشے گوشے سے احسنت، مرحبا کا غلغلہ بلند ہوا اور دیکھا جائے تو ایسا ہونا ہی چاہیئے تھا کیونکہ قوم مکمل تباہی کے غار تک پہنچ چکی تھی۔ یہ بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اگر گورنر جنرل یہ بظاہر (انتہائی) اقدام نہ اٹھاتے تو پاکستان کی وحدت اور سالمیت داستان ماضی بن چکے ہوتے۔ اس کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ اس اقدام کی حیثیت مدافعانہ تھی۔ اس سے وہ عظیم خطرہ تو ٹل گیا جو ملک کے سر پر منڈلا رہا تھا لیکن اس سے آئندہ کی رنگ تھام کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ اس مثبت اقدام کی ضرورت بالکل ظاہر تھی۔ اس سے ما سبق اٹھارہ مہینوں سے دیانت پکار پکار کر اس کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اپریل ۱۹۵۳ء میں گورنر جنرل نے اسی قسم کی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناظم الدین وزارت کو برطرف کیا تھا جو پیر تسمہ پا کی طرح ملت کے رگ گلو کے لئے نشتر بن رہی تھی۔ یہ برطرفی ملک و ملت پر احسان تھا لیکن چونکہ وہ منفی اقدام مثبت اقدام کا پیش خیمہ ثابت نہ ہو سکا اس لئے اس کا اثر بھی زائل ہو گیا اور چند ہی مہینوں بعد پہلے سے بدتر صورت حال پیدا ہو گئی۔ یہ غنیمت ہے کہ گورنر جنرل نے بکمال ژرف نگاہی یہ بھانپ لیا کہ اب سیاست کی ساری تگ و دو کا محور ذاتی اور عاجلہ مفاد ہے۔ لہذا ان سے یہ توقع عبث ہے کہ وہ جنگ زرگری ختم کر کے ملکی مفاد کے حصول میں کوشاں ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے ملک کی قسمت ابن الوقت اور موقع پرست سیاسیین کے سپرد کرنے کی بجائے اپنی تدبیر سے کام لیا اس کے بعد جن عقدوں کی کشود دشوار تر ہوتی جا رہی تھی وہ ان کے ناخن گرہ کشا کی بدولت کھلتے نظر آنے لگے۔

یہ عقدے کھلا ہی چاہتے تھے کہ سیاست کے پٹے ہوئے مہرے پھر آگے بڑھے اور قانون و جمہوریت کے نام پر وہ کچھ کرنا چاہا جس سے دونوں کی مٹی پلید ہوتی۔ یہ از بس غنیمت ہے کہ فیڈرل کورٹ نے دونوں کی لاج رکھ لی۔ اس فیصلے سے دو امور ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ اول: مجلس دستور ساز مطلق العنان جماعت نہ تھی اور اس کے فیصلے گورنر جنرل کی منظوری کے بغیر قانون نہیں بن سکتے تھے۔ دوم: پاکستان میں، بحالات موجودہ، اختیارات کا سرچشمہ گورنر جنرل ہے۔ چونکہ مجلس دستور ساز اپنے مطلق العنان ہونے پر بضد تھی اس لئے گورنر جنرل نے اپنے اختیارات کے ماتحت اسے توڑ دیا۔ عدالت نے اختیار کے استعمال پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

اب صورت حال یہ ہے کہ ملک میں مجلس دستور ساز کا وجود نہیں نئی مجلس معرض وجود میں لانے کے لئے انتخابات عمومی کی ضرورت ہے جو وقت طلب معاملہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت حالات سے نکلنے کے لئے کرنا کیا چاہیئے؟ ظاہر ہے کہ اس کے لئے ایک طرف کرنے کا کام یہ ہے کہ ملک کی نمائندہ جماعت کو معرض وجود میں لانے کے لئے جملہ مراحل کو کم سے کم وقت میں طے کرنے کا انتظام کیا جائے اور دوسری طرف یہ کہ نئی مجلس کی ترتیب اور پارلیمانی اجیاز تک کے عرصہ میں کاروبار حکومت چلایا جائے۔ یہ واضح ہے کہ نظام حکومت خواہ ملوکانہ ہو، خواہ آمرانہ، خواہ جمہوری اس میں ایک آخری اقتدار (FINAL AUTHORITY) کی موجودگی ناگزیر ہے جس کے فیصلے ملک کا قانون قرار پائیں اور اس کے خلاف کوئی مرافعہ نہ ہو۔ آخری اقتدار کے تصور سے کوئی نظام غیر جمہوری نہیں ہو جاتا۔ یہ صورت ہر نظام میں موجود ہوتی ہے۔ البتہ جمہوری اور غیر جمہوری نظام میں فرق یہ ہوتا ہے کہ اول الذکر میں رہیئت حاکمہ (انفرادی یا جماعتی) نہ منتخب ہوتی ہے نہ بدلی جا سکتی ہے اور آخر الذکر میں وہ ملک و قوم کی منشاء کے مطابق ہوتی ہے اور بدلی بھی جا سکتی ہے۔ پاکستان میں بحالات موجودہ گورنر جنرل کا فائنل اتھارٹی قرار پا جانا بظاہر آمریت کی دلیل نظر آتی ہے۔ اور بدخواہان پاکستان جو خود سینہ ملت پر کابوس کی طرح مسلط رہے طرح طرح سے اندرون ملک و بیرون ملک یہی شر انگیز پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ لیکن بادنیٰ تعمق یہ حقیقت سامنے آ سکتی ہے کہ ان کی حیثیت کسی طرح آمرانہ نہیں کہلا سکتی انہیں مجرد فائنل اتھارٹی ہونے کی حیثیت سے ڈکٹیٹر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ مقام تو جمہوریت میں بھی پریس ڈنٹ کو حاصل ہوتا ہے۔ بالخصوص ان حالات میں کہ مجلس مقننہ کا وجود نہ ہو مزید براں گورنر جنرل نئی مجلس مقننہ کے متشکل کرنے کے لئے ضروری انتظامات کر رہے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ذاتی آمریت کے لئے راستہ صاف نہیں کر رہے بلکہ اس ذمہ داری کے پیش نظر جو عدالت کے فیصلے نے ان پر عائد کر دی ہے، وہ ملک کو نئی مجلس منتخب کرنے کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ اس صورت حال کو کما حقہ سمجھ لیا جائے تو یہ بات بخوبی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ گورنر جنرل نے ۲۷ مارچ کو جس "ہنگامی صورت حال" کا اعلان کیا وہ موجودہ صورت حال کا قانونی نام ہے اور بس۔ اس سے نہ جمہوریت کی نفی ہوتی ہے نہ آمریت کا جواز نکلتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں جو غوغا آرائی کی جا رہی ہے اس کی حیثیت ارباب غرض کی شر انگیزی سے زیادہ نہیں۔

یہ تسلیم کر لیا جائے کہ بحالات موجودہ ملک میں فائنل اتھارٹی گورنر جنرل ہیں تو ان کے تازہ آرڈی ننس کے باقی دو حصے بھی صاف ہو جاتے ہیں اور ان پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی۔ گورنر جنرل نے ایک یونٹ کی تشکیل اور تسوید آئین اور متعلقہ امور سے متعلق ضروری اختیارات سنبھالنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ اعلان قابل فہم اور ناگزیر نتیجہ ہے ان کی اس قانونی پوزیشن کا کہ ملک میں وہی فائنل اتھارٹی ہیں۔ اس میدان میں بھی گورنر جنرل نے کسی آمریت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بلکہ انہی امور سے متعلق فیصلے کرنے اور انہیں نافذ کرنے کا اعلان کیا ہے جن پر ملک میں عمومی اتفاق پایا جاتا ہے۔ جن پاکستانیوں نے آزادی کے بعد کے کوائف سیاسی کا قومی نقطہ نگاہ سے مطالعہ کیا ہے وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ملک کی نجات مغربی پاکستان کی وحدت اور مشرق و مغرب میں از روئے توافق (CONFEDERAC) مساوات و توازن کے قیام میں ہے۔ یہ استنباط گذشتہ سات سال کی سیاست کی رفتار مصوبی سے ہی نہیں کیا گیا بلکہ تحریک پاکستان کا تقاضا بھی یہی تھا۔ ہمارا مطالبہ یہ نہیں تھا کہ فلاں فلاں صوبہ ہمیں دے دو۔ مطالبہ یہ تھا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے انہیں ہندوستان سے الگ کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حتیٰ کہ پنجاب و بنگال کے صوبوں میں سے بھی ہمیں وہی علاقہ ملا جس میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ اس سے واضح ہے کہ صوبوں کی سرحدیں پاکستان کے مطالبہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی تھیں لیکن ارباب سیاست کے اغراض مشئومہ نے ملت پر ان وقتائی لکیروں کو مقدم بنا دیا اور صوبوں کی انتظامی حد بندی کو قلوب و اذہان میں اس طرح جاگزیں کر دیا کہ ایک ملت کہلانے والے مسلمان اپنے آپ کو سندھی، بنگالی، پنجابی پٹھان، اور کیا کیا کچھ کہلانے میں فخر محسوس کرنے لگے یہاں

وصوبائی تعصب کی یہی آگ تھی جس نے سارے پاکستان کو جہنم میں تبدیل کر دیا تھا اور آئین کی تسوید کو جو آزاد و مہذب ملک کا پہلا لازمہ ہوتا ہے الجھا الجھا کر بھول بھلیاں بنا دیا تھا۔ گورنر جنرل نے اسی آگ کو بجھایا اور اسی گتھی کے سلجھانے کے سامان مہیا کئے روح پاکستان اسی کے لئے کراہ رہی تھی اور گورنر جنرل نے اسی کرب انگیز دعوت پر لبیک کہی۔

ہم اس وقت یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ طلوع اسلام کا موقف شروع سے یہی رہا ہے کہ پاکستان کا مطالبہ بطور ایک خطۂ ارض کے حصول کے نہیں کیا جا رہا بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس خطۂ زمین کو قرآنی طرز حیات کی تجربہ گاہ بنایا جائے۔ لہٰذا طلوع اسلام اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتا جب تک کہ پاکستان میں قرآنی نظام نافذ نہیں ہو جاتا۔ لیکن طلوع اسلام اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کر سکتا کہ قرآنی نظام کے نفاذ کے لئے ضروری ہے کہ پاکستان بہ حیثیت ایک جغرافیائی ملک کے بھی متحد و مستحکم ہو کیونکہ پاکستان برقرار رہے گا تو قرآنی نظام بھی نافذ ہو سکے گا، اور اگر، خدانخواستہ، یہی محفوظ نہ رہا تو قرآنی مملکت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ طلوع اسلام حکومت کے ہر اس اقدام کی تائید کرتا ہے جس سے پاکستان کی وحدت کی بنیاد مضبوط تر ہوتی ہے اور اس کے استحکام اور سالمیت کو تقویت پہنچتی ہے۔ گورنر جنرل کے اقدامات سے ہم اسی لئے بالعموم مؤید ہیں کہ ہماری بصیرت کے مطابق وہ پاکستان کی سالمیت اور استحکام کی طرف لے جا رہے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ ہم حکومت کے ہر فیصلہ کو قرآن کے مطابق سمجھتے ہیں یا مرکزی حکومت نے جو مسودہ آئین مرتب کیا ہے، (اور جس کی تفاصیل ابھی شائع نہیں ہوئیں) وہ ہمارے نزدیک عین اسلامی ہے اور ہم اس کے فوری نفاذ کے طالب ہیں۔ ہم چاہتے صرف یہ ہیں کہ چونکہ اس سلسلے میں پہلے ہی بہت تاخیر ہو چکی ہے، اور اب عدالت کے فیصلے کے بعد، پوزیشن نکھر کر سامنے آ گئی ہے، اس لئے حکومت کو بلا مزید تاخیر اپنے منصوبے منظر عام پر لے آنے چاہئیں تاکہ ملک اور قوم کو یہ معلوم ہو جائے کہ حکومت نے جو مسودہ آئین تیار کیا ہے وہ کیا ہے اور اسے منظور کرانے کی کیا شکل پیش نظر ہے۔ اب جبکہ گورنر جنرل نے اس سلسلہ میں ضروری اختیارات سنبھال لئے ہیں، ہمیں توقع ہے کہ بہت جلد پوری تفاصیل ملک کے سامنے رکھ دی جائیں گی۔ یہ آئین کس حد تک اسلامی ہے، یا قابل قبول ہے، اس کا اندازہ تفاصیل سامنے آنے پر ہی لگایا جا سکے گا۔ اور ہم اس ضمن میں اپنی رائے کا اظہار اس وقت کریں گے۔

اب ہم گورنر جنرل کے آرڈیننس کی تیسری شق یعنی وحدت مغرب کو لیتے ہیں۔ اس کی جو جزئیات سرکاری اعلامیہ میں شائع کی گئی ہیں ان کا ملخص یہ ہے کہ، نیا صوبہ گیارہ ڈویژنوں اور پچاس ضلعوں پر مشتمل ہوگا۔ اس کا دار الحکومت سردیوں میں لاہور ہوگا اور گرمیوں میں ایبٹ آباد کا علاقہ۔ عدالت عالیہ بھی لاہور میں ہوگی البتہ اس کا ایک بنچ پشاور میں ہوگا اور ایک کراچی میں تاکہ حتی الوسع چارہ جوئی کے لئے ہر ایک کو لاہور جانے کی ضرورت نہ پڑے۔ مزید سہولت کے لئے مناسب مقامات پر سرکٹ بھی قائم کئے جائیں گے جہاں حسب ضرورت سرکٹ جج ضروری مقدمات کے فیصلے کریں گے۔ ترقیاتی منصوبوں کے بروئے کار لانے کے لئے ایک مشترکہ ہیئت قائم کی جائے گی جو نیم آزاد ہوگی۔ ملازمتوں میں بھرتی مغربی پاکستانی اساس پر ہوگی لیکن پسماندہ علاقوں کے لوگوں کا مناسب تحفظ کیا جائے گا اور انہیں ملازمت کے لئے خاص طور پر تیار کیا جائے گا۔ یہ تفاصیل زیادہ تر وہی ہیں جو اس سے بیشتر اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں اور ان پر تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ طلوع اسلام میں بھی انہیں زیر بحث لایا جا چکا ہے۔ اب چونکہ وحدت کا منصوبہ ایک یقینی درجے میں داخل ہو گیا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس کے مقصد و منشا کو پوری طرح سامنے رکھا جائے اور اس کی تکمیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔ ہم نے بارہا یہ لکھا ہے کہ جغرافی یا انتظامی حد بندیاں سہولت یا منافعت کی غرض سے ہوتی ہیں لیکن اگر وہ یہاں تک دل نشیں ہو جائیں کہ دلوں میں بھی حد بندیاں قائم ہو جائیں اور قوم ان اضافی نسبتوں میں تقسیم ہو کے رہ جائے تو یہی حد بندیاں انتہائی مذموم ہو جاتی ہیں اور اس قابل کہ انہیں حرف غلط کی طرح محو کر دیا جائے۔ پاکستان میں تخریبی عناصر نے ان لکیروں کو خوب اچھالا ہے اور ان کے نام پر جسد سیاست میں بڑا خطرناک زہر داخل کر دیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان حد بندیوں کا مٹا دینا ہی تقاضائے دانش ہے لیکن یہ جاننا چاہیئے کہ یہ بہرحال ایک تمہیدی قدم ہے اور اگر اس تمہید کے بعد مثبت اور تعمیری کارناموں کو نظر انداز کیا گیا تو یہ قابل قدر اقدام بھی بے نتیجہ ہو کر رہ جائے گا۔ لہٰذا ہم گورنر جنرل اور ان کے ان رفقا کی خدمت میں جو مغربی صوبے کے قیام پر مامور ہیں چند گزارشات پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔

ہم نے اس سے پہلے مشورہ دیا تھا کہ ضلعوں اور کمشنریوں کی تحدید اس طریقے سے کی جائے کہ مختلف صوبوں کے متصل علاقے ایک دوسرے میں اس طرح مدغم ہو جائیں کہ ان کی حد بندی کی لکیریں ڈھونڈے سے بھی نہ ملیں۔ یہ غنیمت ہے کہ بعض کمشنریوں میں ایسا کر دیا گیا ہے لیکن عمومی اعتبار سے موجودہ حد بندیوں کو بحال رکھا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کسی طرح مستحسن نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ جن لکیروں نے ہمارے دلوں تک کو تقسیم کر دیا ہے وہ چھوٹے پیمانے پر باقی رہیں تو جس فتنے کا سر کچلنے کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ بدستور باقی رہے گا۔ ہمارا مطالبہ یہی نہیں کہ ان حد بندیوں کو یکسر خلط ملط کر دیا جائے بلکہ آئندہ آئین میں یہ گنجائش رکھنی چاہیئے کہ مغربی پاکستان کے باشندے جس حلقے سے چاہیں مجلس مقننہ کے امیدوار کھڑے ہو سکیں۔

دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ ملک میں سیاسی پارٹیوں کا وجود ختم کر دیا جائے۔ دیکھا جائے تو اس وقت سیاسی پارٹیاں عملاً ختم ہو چکی ہیں۔ ان کے خاتمہ کا مطلب محض یہ ہوگا کہ جو لاشے ارباب سیاست اٹھائے اٹھائے پھر رہے ہیں انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا جائے۔ سیاسی پارٹیاں ملت کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کا یقینی ذریعہ ہیں۔ یہ تقسیم صوبائی تقسیم سے کسی طرح کم مضرت رساں نہیں۔ اگر ایسا کر دیا جائے تو فضا وحدت سے معمور ہو جائے گی کیونکہ اہل پاکستان کی تمناؤں کا مرجع ملک ہوگا یا آئیڈیالوجی، صوبہ یا پارٹی نہیں۔ اس کے لئے سب سے پہلے مسلم لیگ کو ختم کرنا ہوگا۔

تیسرا مشورہ یہ ہے کہ نظام و نصاب تعلیم کو شروع سے اس طرح ڈھالا جائے کہ نونہالان قوم کشادہ نظر، عالی ظرف بنیں اور انہیں تنگ دائروں اور علاقائی نسبتوں سے سروکار نہ ہو۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے قلب و نظر کی تطہیر اور سیرت کی تشکیل قرآن کریم کی تعلیم اور صحیح سیرت نبوی اور آثار صحابہؓ کی رو سے کی جائے جو قرآنی تعلیم کے عملی پیکر تھے۔ ہم نے تعلیم کے بدلنے کا بارہا مشورہ دیا ہے مگر افسوس کہ اس پر کچھ توجہ نہیں دی گئی۔ اب وقت ہے کہ نظام تعلیم کو ملی مقاصد کے مطابق بنایا جائے۔

ہم اس سے پہلے یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ ملازمتوں میں جو موجودہ صوبوں کا تناسب رکھا گیا ہے وہ بڑا خطرناک ہے اس کے نتائج ویسے ہی تباہ کن ہوں گے جیسے موجودہ صوبائی کوٹے سے ہوئے۔ اس سے جو صوبے بنیں گے وہ ملازمتوں میں قائم ہو جائیں گے اور ذہنیتیں صوبائی تعصب سے ملوث رہیں گی۔ ہمارے نزدیک کرنے کا کام یہ ہے کہ جو علاقے کم تعلیم یافتہ ہیں یا جہاں ترقی کے مواقع کم ہیں ان کی ترقی پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ وہاں کے باشندے بربنائے اہلیت ملازمتوں میں آ سکیں۔ اس کے لئے پسماندہ علاقوں کو قدرے انتظار ضرور کرنا پڑے گا لیکن اس سے ایک تو انہیں مناسب تعلیم و تربیت مل جائے گی دوسرے ملازمتوں کو معیار کارکردگی بہتر دیا جائے گا۔

خاتمے سے پہلے ہم یہ شکوہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مغربی پاکستان کی انتظامی کونسل نے جو سب کمیٹی بدیں مقصد مقرر کی تھی کہ وہ مناسب پروپیگنڈہ سے قوم کی نفسیات وحدت کے قالب میں ڈھالے، اس نے ابھی تک کوئی ایسا کارنامہ نہیں کیا جس سے پتہ چلے کہ اسے اپنے فرائض منصبی کا کما حقہٗ احساس ہے یا ان سے عہدہ برآ ہونے کا سلیقہ بھی رکھتی ہے۔ یہ سب کمیٹی وحدت کے حق میں فضا سازگار کرنے میں بڑا اہم کام کر سکتی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ یہ باقاعدہ سرگرم کار ہو اور اپنا مفوضہ فریضہ بطریق احسن ادا کرے۔ ایسی فضا شروع سے ہی پیدا کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو ہمیں ڈر ہے کہ وحدت کی یہ مبارک کوشش بے نتیجہ ہو جائے گی۔

وزیر اعظم مصر کی خدمت میں

مصر کے صدر اور وزیر اعظم، جناب جمال عبد الناصر آئندہ ہفتے پاکستان تشریف لا رہے ہیں۔ بالفاظ صحیح تر آپ ایشیائی افریقی کانفرنس میں شرکت کے لئے انڈونیشیا جاتے ہوئے دو تین روز کے لئے یہاں قیام فرمائیں گے۔ یہ بات ہمارے لئے موجب مسرت ہے کہ ہمیں ایک ایسے مہمان کے استقبال کا موقع مل رہا ہے جن کے انقلابی کارنامے کے مسلمانان پاکستان بڑے مداح ہیں۔ انہوں نے بڑی ثابت قدمی کا ثبوت دیتے ہوئے طویل مدت کے بعد مصر کو ملوکیت کی لعنت سے

پاک کیا۔ گو وہ ابھی تک اپنے ہاں اپنے دعوے کے مطابق جمہوری طرزِ حکومت کی طرح نہیں ڈال سکے لیکن ان کے خلوصِ نیت اور ولولۂ عمل کی بابت شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کرے کہ وہ اپنی موجودہ مشکلات پر قابو پا کر اپنے ہاں صحیح اسلامی جمہوریت کا نظام قائم کر سکیں۔ پاکستان میں کرنل ناصر کا قیام دو تین روز کے لئے ہے اور ظاہر ہے کہ اس قلیل مدت میں وہ پاکستان و اہلِ پاکستان کے قلبی جذبات کو پوری طرح نہیں سمجھ سکیں گے۔ لیکن ان محدود لمحوں میں بھی وہ پاکستان کے دل کی دھڑکنیں ضرور محسوس کر سکیں گے اور اس کا اندازہ لگا سکیں گے کہ اہلِ پاکستان کے دل میں اپنے مصری بھائیوں کے لئے کتنے گہرے جذبات موجزن ہیں۔

فوجی انقلاب نے مصر کے لئے حرکت و عمل کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ کیونکہ جن مسائل نے اس کی توجہاتِ قومی کو الجھا رکھا تھا اُن سے بہت حد تک اسے نجات مل گئی ہے۔ وہ برطانیہ سے سوڈان کے بارے میں بھی تصفیہ کر چکا ہے اور سویز کے بارے میں بھی۔ ان دو تنازعات کے حل سے وہ اندرونی تعمیر و ترقی اور استحکام کے لئے بھی فارغ ہو گیا ہے اور اقوامِ عالم کی صف میں اپنے شایانِ شان پارٹ ادا کرنے کے قابل ہو گیا ہے ہمیں اس کی بے پایاں خوشی تھی اور ہم انتظار کر رہے تھے کہ اب مصر مسلمانوں کے دوسرے ممالک کے لئے وجہ تقویت اور جامعیت ثابت ہوگا لیکن افسوس کہ ہماری امیدیں موہوم ثابت ہوئیں۔

غنی روزِ سیاہ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

نئے مصر اور اس کی نئی قیادت نے حقائق اور حقوق دونوں کو نظر انداز کر کے غیروں سے دوستی کی پینگیں بڑھانا شروع کر دیں۔ گذشتہ تین سالوں میں مصر نے بڑی حد سے ہندوستان کا ساتھ دیا اور اپنی عنانِ سیاست اس کے ہاتھ میں دینے تک سے گریز نہ کیا۔ خود کرنل ناصر نے علانیہ طور پر کہا کہ وہ اور پنڈت نہرو ایک ہی طرح سوچتے ہیں اور ان کی بھی خارجہ پالیسی وہی ہے جو پنڈت جی کی ہے۔ ہمیں اس بیان سے جو متعدد بار دہرایا گیا ہے۔ قلبی دکھ ہوا۔ کیونکہ ہندوستان وہ ملک ہے جس نے پاکستان کو ختم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ یہی نہیں بلکہ وحدتِ اسلامیہ کو ناکام بنانے کے لئے بھی اس نے کچھ کم زور نہیں لگایا۔ یہ بڑی حد تک اس کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ افغانستان بلا وجہ پاکستان کا دشمن بن بیٹھا ہے اور پاکستان کے خلاف اوچھی حرکتوں سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ یہ صورتِ حال کسی ذی ہوش مسلمان کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔ بالخصوص پاکستان کے لئے جس کی دعوت کا نقطۂ ماسکہ یہی ہے کہ مسلمان بحیثیت مسلمان ملتِ واحدہ ہیں اور جغرافیائی نسبتیں مسلمانوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کر سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان نے مصر اور دیگر ممالکِ اسلامیہ کے مسائل کو بالکل اپنے مسائل سمجھا اور ان کے مطالباتِ قومی کی پوری پوری تائید کی۔ عربی جسدِ سیاست پر "اسرائیل" ایک رستا ہوا ناسور ہے۔ پاکستان نے ہر موقع پر اس کی مذمت کی ہے اور آج تک اس حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ جہاں تک سویز اور سوڈان میں مصر کے مؤقف کا تعلق تھا، پاکستان نے اس کی پوری پوری حمایت کی۔ اس حمایت میں حکومتِ پاکستان بھی شامل ہے اور اہلِ پاکستان بھی۔ لیکن اس کے برعکس مصر نے کسی پاکستانی معاملہ میں پاکستان کی حمایت نہیں کی۔ ہمیں مصر سے حقیقی برادرانہ شکایت ہے کہ اس نے کشمیر کے بارے میں مطلقاً ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ کشمیر تنہا ہمارے لئے ہی زندگی اور موت کا سوال نہیں۔ یہ قضیہ حل ہو جائے تو پاکستان دنیائے اسلام کی وحدت اور استحکام کے لئے بہترین خدمات انجام دے سکتا ہے۔ مصر کی حکومت نے نہ اسے پاکستانی مسئلہ سمجھ کر ہمارا ساتھ دیا اور نہ اسے وسیع تر پس منظر میں دیکھ کر اس کی اہمیت کو محسوس کیا۔

پاکستانی مؤقف کی تائید تو ایک طرف، مصر نے ان اقدامات مخلصانہ کی بھی مخالفت کی جو پاکستان نے عالمِ اسلامی کو باہم متحد کرنے کے لئے کئے۔ آج کی عالمی سیاست کے پس منظر میں مسلمان ممالک کی پوزیشن کو دیکھا جائے تو اس سے انکار کرنا ناممکن ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے بہترین چارہ کار یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں اور ایک مشترک لائحہ عمل طے کر لیں۔ وہ یوں متحد ہو جائیں تو مشرق و مغرب کی عالمی کشمکش میں توازن پیدا کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ مزید برآں وہ اپنے اندرونی استحکام اور بیرونی دفاع کے لئے بہتر سے بہتر انتظامات کر سکیں گے۔ ہمارے نزدیک تو اس اتحاد و تعاون کے لئے یہی بات کافی ہونی چاہیئے تھی کہ یہ ممالک مسلمان ہیں اور اس اعتبار سے وہ جس حد تک ایک دوسرے کا ساتھ دے سکتے ہیں کسی اور کا نہیں دے سکتے۔ لیکن اس کے ساتھ جغرافیائی اور علاقائی مفاد کا تقاضا بھی یہی ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ مصر نے ان حقائق کو ٹھکرایا اور ایک طرف دشمنِ وحدتِ اسلامیہ، یعنی ہندوستان سے رشتہ جوڑا اور دوسری طرف اپنی حکمتِ عملی کو نسلی بنیاد پر استوار کیا، خود ہندوستان نے اس نسبت کو ہوا دی کیونکہ وہ اس کے ذریعے مصر کو پاکستان سے علیحدہ کر سکتا تھا۔ اقوامِ عرب میں عربی نسلیت کا چرچا خصوصیت سے پہلی جنگِ عظیم کے دوران میں ہوا، جب انگریزوں نے انہیں اس نقطہ پر جمع کر کے ترکوں کے خلاف لڑایا۔ قطع نظر اس بحث سے کہ اس کا دشمنانِ اسلام نے کیا فائدہ اٹھایا، ایک حد تک یہ کہا جا سکتا ہے کہ چالیس سال ادھر کے حالات میں نسل کا عَلَم بلند کرنے کے لئے کوئی چیز وجہِ جواز ہو سکتی تھی تو بھی آج جبکہ ممالکِ عربیہ آزاد ہو چکے ہیں انہیں عربی نسل کی بنا پر اکٹھا کرنا ناممکن العمل بھی ہے اور خلافِ مصلحت بھی۔ مصر کی نسل پرستی کو دیگر ممالکِ عربیہ میں بجا طور پر ہوسِ قیادت کا دوسرا نام دیا گیا۔ یہ ایک رنجدہ حقیقت ہے کہ عرب لیگ جس کا مقصد عرب ممالک کو ایک سٹیج پر اکٹھا کرنا تھا کچھ وقت کے بعد مصری عزائم کی آلہ کار بن کے اپنے پیشِ نظر مقصد کے حصول سے قاصر رہ گئی۔ عملاً اس نوکِ نشتر کی زد دور تک گئی ہے کیونکہ عرب لیگ کی ناکامی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بین العرب رقابتوں میں اضافہ ہو گیا ہے اور مصر کی حکمتِ عملی سے تنگ آ کر بعض عرب ممالک اپنے تحفظ و بقا کی اور صورتیں پیدا کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ عراق نے تو برسوں مصر کا منہ دیکھ دیکھ کر بالآخر امریکہ سے فوجی استمداد بھی کر لی اور ترکی سے معاہدہ بھی۔ ذرا غیر جانبداری سے دیکھا جائے تو جو کام عرب لیگ سے نہیں ہو سکا وہ عراق کے اس نئے اقدام سے ممکن العمل ہو گیا ہے، کیونکہ اس سے عالمِ عرب ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلامی کے اتحاد کے لئے راستہ صاف ہو گیا ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ مصر حقائق کو برای العین دیکھتے ہوئے عراق کا ساتھ دے گا اور وحدتِ عالمِ اسلامی کی جو بنیاد رکھی گئی ہے اسے قصر بنانے میں دوسروں کا ہاتھ بٹائے گا۔ لیکن ہمیں یہ دیکھ کر قلبی اذیت ہوتی ہے کہ مصر نے وہ راہ اختیار کی جس سے خود عربوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ وہ زیادہ سے زیادہ شام اور سعودی عربیہ کو ساتھ ملا سکا ہے لیکن جس مشترکہ معاہدے کا بلند بانگ دعوٰی کیا گیا تھا اس کی تفاصیل آج تک طے نہیں ہو سکیں۔ اگر مصر کو اس میں کامیابی بھی ہو جائے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ ایک طرف مصر ہوگا جو وحدتِ عالمِ اسلامی کے خلاف کام کرتا ہوگا۔ دوسری طرف عراق ہوگا جو مشرقِ وسطیٰ کی مشترکہ دفاع کے لئے کوشاں ہوگا۔ تیسری طرف لبنان، اردن وغیرہ، ہوں گے جو عراق کو ہمدردی سے دیکھیں گے اور مصر کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ گویا خود عرب تین گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ہم محترم کرنل ناصر سے با ادب پوچھتے ہیں کہ عالمِ اسلامی کو چھوڑیئے، عالمِ عرب کو بھی چھوڑیئے، کیا اس میں مصر کا کچھ بھی بھلا ہوگا؟ اگر اس میں مصر کا کچھ بھی بھلا نہیں اور سب کا نقصان ہے تو کیا یہ لازم نہیں آتا کہ اس نقصان دہ پالیسی کو ترک کر دیا جائے؟

اب یہاں سے جناب کرنل ناصر انڈونیشیا تشریف لے جائیں گے۔ جس ایشیائی افریقی کانفرنس میں وہ شریک ہو رہے ہیں، اس کا چیف ایکٹر سرخ چین ہوگا اور دوسرا ایکٹر ہندوستان۔ ان دونوں کے مابین ایشیا کی قیادت کے لئے جنگ ہو رہی ہے۔ لیکن دونوں کا مفادِ عاجلہ فی الحال ایک دوسرے کی تائید میں پنہاں ہے۔ اس مقصد کیلئے وہ "ایشیا ایشیا والوں کے لئے" اور "غیر جانبداری" کے نعرے لگا رہے ہیں۔ ان کی چال یہ ہے کہ اقوامِ مغرب ایک طرف ہو جائیں تو ایشیائی سٹیج ان کے قبضہ میں آ جائے گا ہمیں افسوس ہے کہ مصر دانستہ یا نادانستہ طور پر ہندوستان کو یہ گھناؤنا کھیل کھیلنے میں مدد دے رہا ہے۔ یوں تو مصر کی پالیسی ہی نام نہاد "غیر جانبداری" کی ہو گئی ہے لیکن انہی دنوں قاہرہ سے خاص طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ مصر ایشیائی افریقی کانفرنس میں ہندوستان کے تصورِ غیر جانبداری کی تائید کرے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کانفرنس میں مسلمان ممالک کوئی متحدہ محاذ قائم نہیں کر سکیں گے اور مصر اُلٹا ہندوستان کی ہاں میں ہاں ملا کر اس محاذ کو عملاً قائم ہونے سے روکیگا۔ حالانکہ اس وقت اتفاق سے مسلمان ممالک کو جو اکٹھے ہونے کا موقع مل رہا ہے اسے تبادلِ خیالات کا عمدہ ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔

ہم نے یہ چند گزارشات انتہائی خلوص دل سے کی ہیں۔ ہمارے لئے اس سے زیادہ اذیت کی بات کوئی اور نہیں ہو سکتی کہ ایک مسلمان ملک دوسرے مسلمان سے کٹ کر

رہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مخالفین نے اپنی مطلب برآریوں کے لئے ہمارے خلاف بہت کچھ پروپیگنڈہ کر رکھا ہے اور کرتے رہتے ہیں لیکن اب مسلمان ممالک آزاد ہیں اور انہیں یہ موقع مل گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے براہ راست ملیں اور قریب سے دیکھ کر ایک دوسرے کو سمجھیں۔ اب کوئی وجہ نہیں کہ ہم دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلیں یا اُن کا آلہ کار بنیں۔ ہم مصر سے خصوصیت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کو سمجھنے کی کوشش کرے پاکستان اس کا دشمن نہیں حقیقی دوست ہے۔ ہمارے قلب میں ہوس قیادت کا شائبہ تک نہیں۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت عالم اسلامی کی نجات اتحاد و تعاون میں سمجھتے ہیں۔ اور اس لئے اس کے لئے کوشاں ہیں۔ اس سلسلہ میں ہمیں مصر سے شکایت ہے تو اس کی نوعیت بالکل برادرانہ ہے۔ مصر کی پالیسی ہمارے نزدیک غلط بھی ہوگی تو ہم افہام و تفہیم سے اسے راہ پر لائیں گے۔ لیکن قطعاً کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائیں گے جس سے انہیں کسی قسم کا نقصان پہنچے۔ انہی جذبات اخوت نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم مصر کو جتا دیں کہ مصری نے تو دنیا کو بتایا تھا کہ گوسالہ پرست سامری جوانوں کو سیدھے راستے سے بہکاتا ہے، بڑا فریب کار ہے۔ اس کی باتوں میں نہ آجانا۔ یہ جہاں دکھائی دے اس سے دور دور رہنا اور "لامساس" کہنا۔ اور اب وہی مصر گوسالہ پرست سامریوں کے اتباع میں نجات ڈھونڈ رہا ہے! آسمان کی آنکھ نے اس سے بڑا انقلاب کم ہی دیکھا ہوگا۔ ہم اپنے اس مہمان عزیز سے صرف اتنی گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ حقائق پر غور کریں اور سوچیں کہ

ببیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی!

کابل کی اشتعال انگیزی

ہندوستان نے جہاں سرحدی گاندھی کے ذریعہ مسلمانوں کی متوازی سیاست کی راہ میں روڑے ڈال رکھے تھے، وہاں افغانستان کو بھی مسحور کرکے پاکستان کے دشمنوں کی صف میں لاکھڑا کر رکھا ہے۔ افغانستان وہ ایک بد بخت ملک ہے جس نے شروع ہی میں اپنا ووٹ پاکستان کی رکنیت اقوام متحدہ کے خلاف دیا تھا۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس نے پاکستان دشمنی کو ہی اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنائے رکھا ہے۔ غیر ذمہ دار افغانی اخبارات نے اپنے ملک میں، اور ان کے پروپیگنڈہ کا نمائندوں نے دیگر ممالک میں پاکستان کے خلاف جتنا زہر اگلا ہے اس کی بھی وقتاً فوقتاً یہ بتائی جاتی رہی کہ پختونوں کا وہ علاقہ جس کا وجود ان کے نہاں خانۂ دماغ میں تھا۔ اور جسے پختونستان کہا جاتا تھا۔ اسے غیر جمہوری طریقے سے پاکستان نے غصب کر رکھا ہے۔ ڈھٹائی کی حد ہو گئی کہ افغانستان جیسا دقیانوسی ملک جس کی موجودہ حکومت جمہوریت کی مستقل توہین ہے، پاکستان کو جمہوریت کا واسطہ دیتا ہے۔ افغانستان کا مطالبہ یہ ہے کہ یہ موہوم علاقہ اس کو دیدیا جائے۔ اُدھر یہ بیہودہ مطالبہ کیا جا رہا ہے اور اِدھر پاکستان سے ہر طرح کی تجارتی مراعات حاصل کی جاتی رہی ہیں۔ پاکستان ان کمینہ حرکات کو درگذر کرتے ہوئے انہیں مراعات دیتا چلا آیا ہے افغانستان کی تجارت بیرونی دنیا سے پاکستان کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے اور اس کی پوری آسانیاں اسے میسر ہیں۔ اب افغانستان نے مزید رعایتوں کی تجویز پیش کر رکھی ہے جو زیر غور تھی کہ کابل کے پاکستانی سفارت خانہ پر حملہ ہو گیا۔ کابل کے سرکاری بیان میں یہ بتلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ پاکستانی سفارت خانہ پر حملہ عوام کا رضاکارانہ احتجاج تھا۔ لیکن یہ حقیقت ساری دنیا جانتی ہے کہ وہاں کے عوام حکومت کے استبداد سے اس قدر سہمے ہوئے ہیں کہ وہ بے چارے جمہوری احتجاج کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ باور کرنے میں شبہ ہی نہیں رہ جاتا کہ یہ حملہ حکومت نے کرایا ہے۔ اس طرح کے حملے جلال آباد اور قندھار میں بھی ہوئے ہیں۔

پاکستان میں اس غنڈہ گردی پر بجا طور پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا گیا ہے، اور افغانستان کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ حکومت پاکستان نے مطالبہ کیا ہے کہ افغانستان معافی مانگے نقصان کا ہرجانہ ادا کرے، اور آئندہ کے لئے اس کی ضمانت دے کہ اس کی حدود میں پاکستانی محفوظ رہیں گے، سفارتی ضوابط و قواعد سے یہ مطالبہ معقول ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ افغانستان کو اپنے خلوص نیت کا ثبوت دینے کے لئے کم از کم یہ ضرور کرنا چاہئے۔ لیکن اس معاملہ کا صرف ایک پہلو ہے۔ اول تو وہاں کے جاہل اور بڈ دماغ حکمرانوں سے یہ توقع عبث ہے کہ وہ شریفانہ طور پر اصلاح احوال کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ لیکن اگر وہ ایسا کر بھی لیں تو بھی یہ اصولی سوال اپنی جگہ رہتا ہے کہ دشمن کے ہاتھ میں کھیلنے والے اس احمق ملک سے آئندہ کیسا برتاؤ کیا جائے افغانستان کے مسلسل رویہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اس سے حسن اخلاق و مروت کا سلوک بیکار ہے وہ اسے کمزوری پر محمول کرتا ہے۔ اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ برسوں کے اس تلخ تجربہ کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے اور وہ یہ کہ افغانستان کے متعلق رویہ سخت رکھا جائے اسے جو رعایتیں دی گئی ہیں وہ واپس لے لی جائیں اور آئندہ جب تک اس کے مزاج درست نہیں ہو جاتے اس کی کوئی بات نہ سنی جائے۔ لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ افغانستان کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے، اور اس کے کردار پر کڑی نظر رکھی جائے ہمیں افسوس ہے کہ ہماری حکومت نے اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا۔ جو ہمارے نمائندے کابل میں متعین ہوتے ہیں وہ عموماً پبلک میں یہی بیانات دیتے رہے ہیں کہ افغانستان سے ہمارے تعلقات بہتر ہو رہے ہیں۔ اور اب یوں سمجھا جائے گا اور یوں ہو جائے گا۔ خود موجودہ سفیر کرنل شاہ نے بھی اس سلسلہ میں بڑی امیدیں پیدا کر رکھی تھیں۔ اگر ہمارے نمائندے اس غلط فہمی میں دیانتداری سے مبتلا ہیں، تو یہ ان کی سطح بینی اور کم نظری کا ثبوت ہے اور اگر سمجھتا قوم کو انہوں نے تصویر کا روشن رخ دکھایا لیکن حکومت کو صحیح حالات سے باخبر رکھا، تو پھر ہم کہیں گے کہ حکومت نے مجرمانہ تغافل سے کام لیا اور بروقت اصلاح احوال کے لئے کچھ نہیں کیا یہی ہو سکتا ہے کہ حالات کا صحیح اندازہ نہ ہمارے نمائندوں نے لگایا ہو۔ اور نہ ہماری حکومت کو حقیقت حال کا پورا علم ہو، ان میں سے کوئی شکل بھی ہو اب اس کی تلافی کی یہی صورت ہے کہ حقیقت حال کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور اگر کابل سے سفارتی تعلقات باقی رہیں تو ایسا انتظام کیا جائے کہ حکومت وہاں کی حقیقی فضا سے باخبر رہے

بین الاقوامی جائزہ

بین الاقوامی سیاست میں نقاط تصادم پھر سے نمایاں ہوتے جاتے ہیں اور یہ محسوس ہونا شروع ہو گیا ہے کہ عارضی اور برائے نام جنگ بندی معاہدات امن وہ فضا پیدا کرنے سے قاصر ہیں جس میں اطمینان سے سانس لیا جا سکے، کوریا میں التوائے جنگ ہوا تھا تو بڑے اطمینان کا اظہار کیا گیا تھا۔ یہ تھا بھی قابل فہم، تین سال کی جنگ کے بعد ہتھیار رکھے گئے تھے، اور صلح کی امیدیں پیدا ہو چلی تھیں۔ لیکن عملاً وہاں پھر جنگ کی سی فضا پیدا ہو رہی ہے شمالی کوریا میں جنگی تیاریاں ہو رہی ہیں جو خلاف معاہدہ ہیں امریکہ ان سے تنگ آکر سرے سے معاہدے کو ہی ختم کر دینا چاہتا ہے۔ کوریا سے نیچے فارموسا کا آتش فشاں اس ماہ میں منعقد ہونیوالی ایشیائی افریقی کانفرنس کے بعد پھوٹ سکتا ہے، ہند چینی میں آٹھ سال کی مسلسل جنگ کے بعد امن کی صورت پیدا ہوئی مگر وہاں کے حالات بھی تشویشناک ہوتے جاتے ہیں، اشتراکی علاقے میں جنگی تیاریاں ہو رہی ہیں، اور غیر اشتراکی علاقہ میں خانہ جنگی ہو رہی ہے۔ غرض مشرق بعید مواد کا پکا ہوا ہے، اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ یورپ میں جرمنی اور آسٹریا کے مسائل بدستور لاینحل ہیں روس نے بھی اقوام یورپ کی طرح اپنے ممالک کی فوجی کمان ایک کرنے کی طرح ڈال دی ہے اگرچہ عملاً وہاں کی فوجی کمان اب بھی ایک ہی ہاتھ میں ہے، انگلستان میں تحدید اسلحہ سے متعلق جو مذاکرات ہوتے ہیں، وہ بے نتیجہ ثابت ہو رہے ہیں

اس صورت حال کا نتیجہ کیا ہوگا؟ امن یا صلح؟ چوٹی کے سیاست دان سب اس پر متفق ہیں کہ دول عظمیٰ کی جس کانفرنس کی ضرورت مدت سے محسوس کی جا رہی ہے اسے دیر تک ملتوی نہیں کرنا چاہئے انگلستان کے وزیر اعظم چرچل ایک عرصے سے چار ممالک امریکہ، روس برطانیہ اور فرانس کے رئیسان مملکت کی کانفرنس پر زور دے رہے ہیں مگر اس کا موقعہ نہیں آیا۔ امریکہ کا موقف یہ رہا ہے کہ جب تک روس، جرمنی آسٹریا وغیرہ میں عملاً صلح جوئی کا مظاہرہ نہیں کرتا ایسی کانفرنس بے کار ہوگی اب معاہدات پیرس کی تصدیق جرمنی اور فرانس دونوں نے کر دی ہے تو امریکہ کے رویہ میں بھی تبدیلی آگئی ہے اب انگلستان اور امریکہ کے نقطہ ہائے نگاہ میں فرق یہ ہے کہ برطانیہ اسے پہلے شروع کرنا چاہتا ہے اور امریکہ پیچھے جون میں یو۔ این۔ او کی جشن بھی سان فرانسسکو

ہے نہ حکومت نہ خود دھوکے میں مبتلا ہو، نہ ملک کو دھوکہ میں مبتلا کرے، اور ضرورت ہو تو سخت گیر اقدام سے بھی دریغ نہ کرے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو جو شور و واویلا کیا جا رہا ہے وہ بیکار محض ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ بدقسمتی سے پاکستان کی خارجی سیاست شروع ہی سے غلط راہوں پر پڑ گئی۔ اور اگرچہ اب تھوڑے عرصے سے اسے صحیح خطوط پر لانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ لیکن جو نقصان ہو چکے ہیں ان کی تلافی کے لئے اس سے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ بالخصوص ہندوستان اور افغانستان کے معاملہ میں

(باقی ص ۱۵ پر)

تاریخی شواہد

(۱۰)

انکارِ رشد و ہدایت کا کے سلسلہ میں دوسرا اہم گوشہ عذابِ الٰہی کا فلسفہ ہے اس کی تفصیلی بحث کا تو یہ مقام نہیں۔ لیکن یہاں اجمالی اشارات ضروری سمجھے گئے ہیں کیونکہ دعوتِ آسمانی کے سلسلے میں شروع سے اخیر تک یہ ٹکڑا مشترک ہے۔ قومِ نوح کی غرقابی کے واقعہ پر سرسری مورخانہ نگاہ صرف اتنا بتا سکے گی کہ پانی کا بلا انگیز طوفان آیا اور سوائے ان لوگوں کے جو ایک کشتی میں سوار تھے، سب غرق ہو گئے۔ ان کی بستیاں نذرِ سیلاب ہو گئیں۔ سارے علاقے میں کوئی متنفس باقی نہ رہا۔ جہاں اس شدت کا سیلاب آتا ہے ایسا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض محققین نے اس امر کی تحقیق کی بھی کوشش کی ہے کہ اس طوفان (DELUGE) کا طبعی سبب کیا تھا۔ مثلاً (SUSS) کا خیال ہے کہ

"خلیج فارس کا ساحل کسی عظیم الشان آتش فشاں لہر سے ٹکرایا اور اس کے ساتھ ہی ایک بہت بڑا طوفان باد و تند (CYCLONE) شامل ہو گیا۔"

(Encyclopaedia of Religions & Ethics)

لیکن ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم ان واقعات کا ذکر کس انداز سے اور کس مقصد کے لئے کرتا ہے۔ قومِ نوحؑ کے سلسلہ میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ ان کی تباہی سیلاب سے ہوئی۔ اس کے بعد قومِ عاد۔ قومِ ثمود۔ قومِ لوط وغیرہ کے ضمن میں ہم دیکھیں گے کہ ان کی تباہی زلزلہ کے جھٹکوں۔ کوہ آتش فشاں کی شرر باریوں اور آندھی کے جھکڑوں وغیرہ سے ہوئی۔ یعنی خارجی کائنات کے طبعی حوادث ان کی تباہی کا موجب بنے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ حوادث ان کی بداعمالیوں کا نتیجہ تھے یا انہیں ان کی تباہی کا موجب بنا دیا گیا تھا؟ اس کے لئے سب سے پہلے یہ دیکھیئے کہ آج بھی زلزلے آتے ہیں۔ آتش فشاں پہاڑ پھٹتے ہیں، سیلاب بڑے بڑے ملکوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ آندھیوں کے طوفان چلتی ہوئی ریل گاڑیوں کو اٹھا کر دریاؤں میں پھینک دیتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی واقعہ ہے کہ یہ حوادث کسی قوم کے اعمال کا نتیجہ نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کسی خاص خطۂ زمین کے انسانوں نے بدعملیاں شروع کیں اور ان پر اس قسم کا طبعی حادثہ وارد ہو گیا۔ یا یہ کہ اس قسم کے حوادث میں صرف بدعمل لوگ ہی تباہ ہوتے ہوں نیک اعمال والے اس سے محفوظ رہتے ہوں۔ یہ طبعی حوادث دنیا کے ہر خطے میں آتے رہتے ہیں اور ان میں اچھے اور بُرے ہر قسم کے انسان تباہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ ظاہر ہے کہ یہ حوادث کسی قوم کے غلط اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں اور نہ ہی ان سے صرف بداعمال لوگ تباہ ہوتے ہیں۔

ابتداءً میرا بھی یہ خیال تھا کہ ان حوادث اور ان اقوام کے اعمال میں ایک بنیادی ربط تھا لیکن قرآن پر مزید غور و تدبر نے میری راہ نمائی اس طرف کی ہے کہ یہ حوادث ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں ہوتے تھے۔ البتہ یہ ان کی تباہی کا ذریعہ بن جاتے تھے۔ ہوتا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حادثہ کا علم، اس رسول کو قبل از وقت مل جاتا تھا اور اُس سے کہہ دیا جاتا تھا کہ وہ یا تو اس سے محفوظ رہنے کی کوئی تدبیر کرے یا اُس سے پہلے اس جگہ سے نکل کر اپنے ساتھیوں سمیت کسی دوسری جگہ چلا جائے۔ چنانچہ ہم نے حضرت نوحؑ کے تذکرہ میں دیکھا ہے کہ انہیں اس آنے والے طوفان کا علم قبل از وقت دیدیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ وہ اس سے بچنے کے لئے کشتی بنالیں۔ وہ اپنے مخالفین کے سامنے کشتی بنانے میں مصروف تھے۔ لیکن چونکہ ان مخالفین کا انداز ہی یہ ہو گیا تھا کہ وہ ان کی ہر بات کو غلط سمجھتے اور اس کی تکذیب کرتے تھے، اس لئے وہ بجائے اس کے کہ حضرت نوحؑ کی بات کو سچا سمجھ لیتے، الٹا ان کا مذاق اُڑانے لگے چنانچہ سیلاب اپنے وقت پر آیا۔ حضرت نوحؑ اور ان کی جماعت اس کشتی کے ذریعے اس تباہی سے محفوظ رہ گئے اور باقی قوم غرق ہو گئی۔ لہٰذا ان حوادث کے ذریعے ان اقوام کی تباہی میں اگر کوئی مافوق الفطرت عنصر تھا تو اس رسول کو آنے والے حادثہ کا علم قبل از وقت دیدیا جاتا تھا اور وہ اپنی اور اپنی جماعت کی حفاظت کا مناسب انتظام کر لیتا تھا لیکن نبی اکرمؐ کے زمانہ میں مخالفین کی تباہی کے لئے یہ ذریعہ اختیار نہیں کیا گیا۔ اور چونکہ نبی اکرمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لئے اب اس قسم کے حوادث کے قبل از وقت علم مل جانے کا بھی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ لہٰذا اب قوموں کی تباہی کی یہ صورت اس شکل میں باقی نہیں رہی جس شکل میں یہ اقوامِ سابقہ کے سلسلے آیا کرتی تھی۔ قرآن نے قوموں کی موت اور زندگی کے ابدی قوانین دیدیئے ہیں اور یہ بتا دیا ہے کہ جو قوم ان قوانین کے مطابق زندگی بسر کرے گی اسے زندگی کی خوشگواریاں نصیب ہو جائیں گی جو ان کے خلاف جائے گی وہ تباہ اور برباد ہو جائے گی۔ جو قوم اپنے معاشرے کی عمارت غلط بنیادوں پر استوار کرتی ہے، وہ اپنے غلط نظام کی وجہ سے تباہ ہو جاتی ہے اس کی تباہی خود اس غلط معاشرہ کی بنیادوں کے اندر مضمر ہوتی ہے۔ اس کا نام قانونِ مکافاتِ عمل ہے یعنی قوموں کے اجتماعی اعمال ان کی زندگی اور موت کا باعث بنتے ہیں اور یہ نتائج خدا کے اس قانون کے مطابق مرتب ہوتے ہیں جن میں کوئی رد و بدل نہیں کر سکتا۔ نہ ہی کسی میں یہ قوت ہے کہ وہ ان قوانین کے نتائج کو بدل دے۔ قوموں کے عروج و زوال کے فیصلے اس غیر متبدل قانون کے مطابق ہوتے ہیں اور اسی کو ان کی "تقدیر" کہا جاتا ہے۔

لہٰذا اقوامِ سابقہ کی تباہی اور اقوامِ حاضرہ کی ہلاکت کے سلسلہ میں اس اہم حقیقت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے قرآن اقوامِ سابقہ کا تذکرہ اس لئے کرتا ہے کہ بتایا جائے کہ انہوں نے صحیح نظامِ زندگی کی دعوت کو نہ مانا اور اس دعوت دینے والوں کی مخالفت کی اور وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ اصل مقصد ان کی غلط روشِ زندگی کی طرف توجہ منعطف کرانا ہے (اس مقام پر ان اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان امور کے تفصیلی مباحث اپنے مقام پر آئیں گے)

حضرت نوحؑ نے دعا کی تھی کہ:

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ○ (۷۱/۲۶)

اور نوح نے دعا کی۔ اے اللہ ان نہ ماننے والوں میں سے ایک کو بھی زمین پر باقی نہ چھوڑیو۔

بعض لوگ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ یہ طوفان عالمگیر تھا اور تمام صفحۂ ارض اس کی لپیٹ میں آگیا تھا اور روئے زمین پر کوئی ذی روح باقی نہیں رہا تھا سوائے حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھیوں کے جو کشتی میں سوار تھے۔ یہ خیال صحیح نہیں اور دانستہ یا غیر شعوری طور پر تورات سے مستعار لیا گیا ہے۔ تورات (کتاب پیدائش) میں لکھا ہے کہ

"خداوند خدا نے کہا کہ میں چالیس دن اور رات متواتر مینہ برساؤں گا اور ہر اس ذی روح کو جسے میں نے پیدا کیا ہے روئے زمین سے فنا کر دوں گا" (پیدائش ۷/۴) چنانچہ چالیس شب و روز کی بارش کے بعد ایک سو پچاس دن تک طوفان کا پانی موجیں مارتا رہا اور ساتویں مہینے سفینۂ نوح اراراط کی پہاڑیوں پر جا کر رُکا۔ اور دسویں مہینے جا کر پہاڑ کی چوٹیاں دکھائی دیں۔ (پیدائش ۷/۲۴ ، ۸/۳-۵) اور جب زمین نئے سرے سے خشک ہوئی تو جو جاندار کشتی نوح میں تھے ان کے علاوہ اور کہیں کوئی متنفس باقی نہ تھا (پیدائش ۷/۲۱-۲۳) لیکن قرآن کریم نے کہیں ایسا نہیں کہا۔ برعکس اس کے یہ ظاہر ہے کہ حضرت نوحؑ کا تخاطب اپنی قوم سے تھا۔ ان کی دعوت اُن ہی کے لئے تھی اور اس دعوت کی تکذیب بھی انہی کی طرف سے ہوئی۔ لہٰذا یہ عذاب بھی انہی مکذبین پر وارد ہوا۔ باقی دنیا کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا؟ طوفانِ نوحؑ کی آماجگاہ وہی وادی تھی جہاں یہ قوم آباد تھی۔

نظامِ ربوبیت

نوعِ انسانی کا سب سے مشکل مسئلہ معاش کا مسئلہ ہے۔
انسانی فکر اس مسئلے کے حل میں آج تک کس طرح ناکام رہا ہے اور
قرآن اس کا کیا حل دیتا ہے

یہ کتاب قرآنی نظامِ ربوبیت کا منشور ہے
جو عنقریب چھپ کر تیار ہو جائے گی

عورت کا قرآن

(۹)

(۹) لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (حشر ع ۳)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔

(۱۰) وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۞ أَن تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ۞ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَاءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ (الانعام ع ۲۰)

اور یہ بڑی خیر و برکت والی کتاب نازل کی ہے سو اس کا اتباع کرو اور اپنے آپ کو اس سے ہم آہنگ بنا لو، تاکہ تم پر رحمت ہو۔ کبھی تم لوگ یوں کہنے لگتے کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرقے (یہود و نصاریٰ) تھے اُن پر نازل ہوئی تھی اور ہم اُن کے پڑھنے پڑھانے سے محض بے خبر تھے۔ یا پھر یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم اُن سے زیادہ راہ پر ہوتے؛ سو اب تو تمہارے پاس، تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل جو رہنمائی کا ذریعہ اور سراسر رحمت ہے۔

(۱۱) وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (اعراف ع ۲۴)

جب قرآن پڑھا جایا کرے تو تم اس کی طرف کان لگا دو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔

(۱۲) فَبَشِّرْ عِبَادِ ۞ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ (زمر ع ۲)

سو اے رسول! میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے، اُن کو، جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اُس کی اچھی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں کہ یہی ہیں جو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور یہی ہیں جو صاحب عقل ہیں۔

(۱۳) فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۞ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۞ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ (نحل ع ۱۳)

سو جب تم قرآن پڑھنا چاہو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ یقیناً ان لوگوں پر اس کا قابو نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں، اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اُس کا قابو تو صرف اُنہی لوگوں پر چلتا ہے جو اُس سے تعلق رکھتے ہیں اور اُن لوگوں پر بھی جو شرک کرتے ہیں۔

(۱۴) وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيلًا (بنی اسرائیل ع ۱۲)

اور قرآن کے مضامین کو ہم نے الگ الگ کر کے ٹھہرا دیا ہے تاکہ تم اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کے پڑھو اور ہم نے اس کو نازل کرنے میں بھی تدریجاً نازل کیا ہے۔

(۱۵) وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (مزمل ع ۱)

اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کے پڑھا کرو۔

(۱۶) فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (مائدہ ع ۱۲ و تغابن ع ۲)

پھر اگر تم اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ رسول کے ذمہ تو صرف، صاف صاف پہنچا دینا تھا۔

(۱۷) وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (فرقان ع ۳)

اور رسول نے کہا کہ "اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل ہی چھوڑ دیا"

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ۞ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۞ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۞ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۞ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۞ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم (غاشیہ ع ۱)

سو تم سمجھا دو اس لئے کہ تم نصیحت کرنے والے اور سمجھانے والے ہو۔ تم کو اُن پر حاکم یا داروغہ مقرر نہیں کیا گیا ہے پھر جو روگردانی کرے گا تو اللہ اس کو بھاری سزا دے گا۔ ان کو پھر پھرا کر ہمارے قوانین ہی کی طرف بالآخر لوٹنا ہے۔ پھر اُن کا حساب چکا دینا ہمارے قوانین کے ذمہ ہے (کہ وہ ان کے اعمال کے صحیح نتائج مرتب کریں)

اسلام

(۱) لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (بقرہ ع ۲۲)

"نیکی اور بھلائی کی راہ یہ نہیں ہے کہ تم نے (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف پھیر لیا یا پچھم کی طرف کر لیا (یا اسی طرح کی دیگر رسومات ادا کر دیں) یا اسی طرح کی دیگر رسومات ادا کر لیں) بھلائی اور نیکی کی راہ تو ان لوگوں کی راہ ہے جو:-

(۱) جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، الکتاب (یعنی قرآن پر) اور خدا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔

(۲) جو اس کی محبت کے باوجود مال دیتے ہیں رشتہ داروں کو اور ان لوگوں کو جو معاشرہ میں تنہا رہ گئے ہیں یا جن کی صلاحیتیں رک کر رہ گئی ہیں اور مسافروں کو اور ضرورتمندوں کو۔ اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کرتے ہیں۔

(۳) جو نظام صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور لوگوں کو ان کی نشو و نما بہم پہنچاتے ہیں

(۴) جو اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں۔ جب زبان ہار دیتے ہیں تو اسے پورا کر کے رہتے ہیں۔

(۵) جو تنگی و مصیبت کی گھڑی ہو، یا خوف و ہراس کا وقت، ہر حال میں ڈگمگاتے نہیں بلکہ توازن بدوش چلتے رہتے اور اپنی راہ میں ثابت قدم رہتے ہیں۔

سو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو نیکی کی راہ میں سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو اپنے آپ کو قوانین الٰہیہ سے ہم آہنگ رکھنے والے ہیں۔

معاشرت اسلام

مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ

سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات

صفحات ۱۹۲ — قیمت دو روپے

مجلسِ اقبال

(۴)

سرچشمۂ اسلام یعنی قرآن، حدیث و تصوف کے لفظ تک سے ناآشنا ہیں۔ یہ لفظ دوسری صدی ہجری میں عربی زبان میں داخل ہوا۔ مستشرقین یورپ و دیگر محققین جن میں سے کوئی کہتا ہے کہ تصوف فلسفۂ اشراق سے لیا گیا ہے، کوئی اس کا ماخذ کلیساؤں کی رہبانیت کو قرار دیتا ہے۔ ان کی تحقیقات لکھنے کا نہ یہ موقع ہے نہ اس مختصر مضمون میں اس کی گنجائش ہے۔ تاریخ اسلام بھی ہمارے سامنے ہے، آس سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ ... ابتدا میں جو اہلِ زہد تارک الدنیا اور گوشہ گیر ہو کر عبادت اور ریاضت میں مصروف رہتے تھے ان کو لوگ صوفی کے نام سے پکارنے لگے۔ یعنی جیسا کہ پیرزادہ صاحب نے فرمایا ہے۔

پیشِ طاق صوفیاں احساں بود
اتباعِ سنت دستر آں بود

اس زمانہ میں تصوف اخلاص کا نام تھا جس کو حدیث شریف میں "احسان" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، یہی وہ تصوف ہے جس کی مدح غزالی وغیرہ ائمۂ اسلام نے لکھی ہے۔

لیکن جب تاتاریوں کے حملے شروع ہوئے اور چنگیز و ہلاکو نے ایک قیامت صغریٰ برپا کر دی تو ان کی ہولناک خونریزیوں سے اُمت کے فاتحانہ جذبات مٹ گئے، دنیا کی طرف سے ان کے دل سرد ہو گئے، طبیعتوں کا جوش اور ولولہ جاتا رہا، حوصلے پست اور ہمتیں سست ہو گئیں۔ زوال و فنا کے نقشے آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ میلانِ خاطر زہد اور ترکِ دُنیا کی طرف بڑھ گیا، اور سرمایہ توکل و قناعت کو لے کر گوشۂ عافیت میں بیٹھنا پسند آیا۔ عالمِ فانی کے جاہ و جلال کی وقعت نگاہوں میں نہ رہی، بوریائے فقر سریر سلطنت سے زیادہ عزیز سمجھا گیا۔ کلاہِ نمدی کو تاجِ زر پر ترجیح دی گئی اور پکار اُٹھے

گوشۂ عافیت و کنجِ قناعت گنجیست
کہ بشمشیر میسر نہ شود سلطاں را

بفراغِ دل زمانے نظرے بہ ماہروئے   بہ از آنکہ چترِ شاہی ہمہ عمر ہائے ہوئے

مئے دو سالہ و معشوق چاردہ سالہ   ہمیں بس است مرا صحبتِ صغیر و کبیر

شکوہِ تاجِ سلطانی کہ بیمِ جاں دروِ درجیست
کلاہِ دلکش است اما بترکِ سر نمی ارزد

ذوقِ علم طبائع سے یہاں تک مسلوب ہو گیا کہ "شیوۂ قلندری" کے مقابلہ میں "رہ و رسمِ پارسائی دور و دراز" نظر آنے لگی۔ عالمِ ذوق میں حلقۂ یاراں میں "خلوت در انجمن" ہونے لگی۔ اور سجادہ ہی پر "سفر در وطن" کی کٹھن منزلیں طے کی جانے لگیں۔ شریعت اور حقیقت دو جدا گانہ راستے قرار پائے اور ان میں پوست اور مغز کی تفریق کی گئی۔ علماء و فقہا محجوب و بے بصر سمجھے گئے۔ یہ اثرات اگر صرف ایک ہی جماعت تک محدود ہوتے تو نقصان نہ ہوتا۔ لیکن شاعری کے ساز پر یہ ترانہ کچھ ایسے انداز سے چھیڑا گیا کہ تمام ملک اس صدا سے گونج اُٹھا اور ادبیاتِ اسلامیہ میں ایک قسم کے جمود اور رہبانیت کا اثر ساری ہو گیا۔

شوکتِ اسلام کے زوال کے اسباب یوں تو پہلی ہی صدی ہجری سے شروع ہو گئے تھے مثلاً سیاست کی خرابی، یعنی وہ جمہوریت جو اسلام لے کر آیا تھا جس نے ہر مسلمان کو آزاد اور خودمختار بنا دیا تھا ہاتھوں سے جاتی رہی، اور اس کے بجائے استبدادی حکومت قائم ہو گئی، جس نے تمام اُمت کو غلام بنا دیا۔ مسلمان بے گناہ قتل کر دیئے جاتے تھے۔ ائمہ و علماء جو اپنے اپنے زمانے کے روشن چراغ تھے، بیشتر زیرِ عتاب، زیرِ خنجر یا زیرِ طوق و زنجیر رکھے جاتے تھے اور حق گو زبانیں ایسی خاموش کر دی گئی تھیں کہ ان مظالم کے خلاف ایک لفظ نہیں نکال سکتی تھیں۔ اس طرح پر "مسلم" حریتِ عمل سے محروم کر دیا گیا۔ پھر علمی تقلید جس سے حریتِ فکر بھی جاتی رہی۔ یہ شکنجہ ایسا سخت تھا کہ ایک زمانہ میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ اہلِ علم اس خوف سے کہ کہیں کوئی دشمن ان کے اوپر تہمت لگا کر قتل نہ کرا دے اپنی صحتِ عقیدہ کی سند قاضی سے لے کر ہر وقت اپنے پاس رکھتے تھے لیکن اس میں شک نہیں کہ اسلام میں اس بیرونی عنصر کے شمول سے جو جمود پیدا ہوا اس نے بھی بہت کچھ ان اسبابِ زوال کو تقویت دی۔ اور خاص کر ہندوستان میں تو اسلام کی حالت اور بھی خراب ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک غیر مسلم شخص یعنی توم یت کا مشہور مبصر ڈاکٹر لیبان اپنی کتاب تمدن میں یہاں کے مسلمانوں کی نسبت یہ لکھنے پر مجبور ہوا کہ:

> وہ اسلام جو اس وقت ہند میں رائج ہے اس کی حالت بھی بالکل ویسی ہی ہو گئی ہے جیسے ہند کے اور مذاہب کی۔ اس میں مساوات بھی قائم نہیں جس کی وجہ سے اوائل میں اس کو اس قدر کامیابی ہوئی تھی۔

پھر ایک جگہ لکھتا ہے:

> ہندوستان کے اسلام کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ اس مذہب کی یہاں آ کر کیسی مٹی خراب ہوئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے رموزِ بے خودی میں موجودہ مسلمانوں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس میں کچھ بھی شاعرانہ مبالغہ نہ سمجھنا چاہیئے۔

مسلم از سرِ نبی بیگانہ شد   باز ایں بیت الحرم بتخانہ شد
از منات و لات و عزیٰ و ہبل   ہر یکے دارد بتے اندر بغل
شیخِ ما از برہمن کافر تر است   زانکہ او را سومنات اندر سر است
رختِ ہستی از عرب برچیدہ   در خمستانِ عجم خوابیدہ
شل ز برفابِ عجم اعضائے او   سرد تر اشک او صہبائے او
ہمچو کافر از اجل ترسندہ   سینہ اش فارغ ز قلبِ زندہ

قرآن شریف میں نص قطعی موجود ہے۔ "و لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا" پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اس سے محروم ہو گئے؟ میرے خیال میں اس کا جواب صرف یہی ہے جو قرآن شریف دیتا ہے: "ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا" ڈاکٹر صاحب نے بہت صحیح فرمایا ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن   نیست ممکن جز بقرآں زیستن
صوفیِ پشمینہ پوش و حال مست   از شرابِ نغمۂ قوال مست
آتش از شعرِ عراقی در دلش   در نمی سازد بقرآں محفلش

طلوع اسلام کی مدد کیسے کر سکتے ہیں

- اپنے احباب کو طلوع اسلام کا خریدار بنائیے۔
- اپنے شہر میں طلوع اسلام کی ایجنسی قائم کیجئے۔
- کسی مقامی ایجنٹ کو تیار کیجئے کہ وہ طلوع اسلام کا لٹریچر منگائے۔
- ممکن ہو تو اپنے علاقہ سے طلوع اسلام کے لئے اشتہار مہیا کیجئے۔

اسلام کی سرگزشت

جزیرۃ العرب اور قبائل عرب کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں۔ عربوں کے دیگر ممالک و اقوام کے ساتھ تجارتی تعلقات اور سرحدوں میں عرب کی متمدن و مہذب مملکتوں کے قیام کا تذکرہ بھی کیا جاچکا ہے۔ جن میں شعر و ادب کے اضمحلال سے گفتگو کی جارہی تھی۔ موجودہ اشاعت میں عربوں میں یہودیت و نصرانیت کے فروغ سے بحث کی گئی ہے۔

بہرحال ابتدائی عیسوی صدی میں یہودی مستعمرات، تیماء، فدک، خیبر، وادی القریٰ اور یثرب میں موجود تھے۔ جن میں سے اہم ترین مستعمرہ یثرب ہی کا تھا۔ یثرب کے یہود تین قبیلوں پر مشتمل تھے بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ۔

یہودی لوگ جزیرۂ عرب میں جہاں بھی انھوں نے قیام کیا زراعت کے اندر مہارت رکھنے میں مشہور تھے۔ جیسا کہ خود یثرب میں بھی یہ لوگ زراعت کے علاوہ مختلف معدنی صنعتوں مثلاً لوہاری سناری اور اسلحہ سازی میں مشہور تھے۔

سنہ ۳ء کے لگ بھگ یثرب میں یمن سے آئے ہوئے دو قبیلے اوس اور خزرج بھی موجود تھے۔ مگر یہودی اس سے پہلے اس شہر کو آباد کر چکے تھے۔ ابتداءً یہودیوں اور اوس خزرج کے درمیان تعلقات خوشگوار تھے۔ لیکن ہجرت سے پہلے یہ تعلقات خراب ہوچکے تھے جس کی وجوہ مؤرخین نے بہت مختلف بیان کی ہیں۔

یہودیوں نے جزیرہ کے جنوب میں بھی اپنے مذہب کی اشاعت میں نمایاں کام کیا تھا۔ حتیٰ کہ یمن کے بہت سے قبائل یہودی بن چکے تھے۔ ان یہودی ہو جانے والوں میں سے مشہور ترین ہستی ذونواس کی گذری ہے جو یہودیت نوازی اور نجران کے عیسائیوں سے جنگ کرنے میں بہت مشہور تھا۔ اس کا سبب مورخین نے یہ بیان کیا ہے کہ نجران میں ایک یہودی رہتا تھا۔ جس کے دونوں بیٹوں کو نجران کے عیسائیوں نے ظلماً قتل کر دیا تھا۔ اس یہودی نے ذونواس سے فریاد کی اور یہودیت کا واسطہ دلا کر اہل نجران کے خلاف ـــــ جو نصرانی تھے ـــــ اس سے مدد مانگی۔ ذونواس نے اس یہودی فریادی اور یہودیت کی خاطر نجران پر حملہ کر دیا۔[۱]

بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ ذونواس کا یہ حملہ وطنی مفاد کے ماتحت تھا۔ بات یہ تھی کہ نجران کے نصرانی اہل حبشہ کے حلیف تھے۔ حبشہ کی حکومت نجران میں نصرانیت کی ایک حامی جماعت تیار کر رہی تھی۔ اس نے اس نصرانیت کو یمن کے داخلی حالات میں مداخلت کا ذریعہ بنا لیا تھا۔ ذونواس اور اس کی قوم نے اس حبشی اثر و نفوذ کو ختم کر دینا چاہا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ذونواس نے نجران کے نصاریٰ کو قتل کر دیا تو نقیبہ السیف نے حبشہ ہی سے مدد مانگی اور اس نے ان کو امداد بہم پہنچائی۔ آپس میں کئی جنگیں ہوئیں۔ اور ہاتھیوں والی فوج کی جنگ ـــــ عام فیل جس کا ذکر قرآن کریم میں سورۂ فیل میں آیا ہے ـــــ اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی جس کا ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

یہودی جزیرۂ عرب کے جن شہروں میں مقیم تھے انھوں نے وہاں زیادہ تر تورات کی تعلیمات و بیانات پھیلا چکے تھے۔ مثلاً دنیا کی پیدائش کی تاریخ، حشر و نشر اور حساب و کتاب اور میزان۔ انھوں نے مفسرین تورات کی تفسیریں۔ اور ان سے متعلق افسانے اور خرافات بھی سارے عرب میں پھیلا دیئے تھے ـــــ بالکل اسی طرح جیسا کہ بعد میں ـــــ کعب الاحبار اور وہب بن منبہ کی قسم کے لوگوں نے جو یہودی تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، قرآن کی تفسیر و بیان میں ان افسانوں اور خرافات کو داخل کیا ہے۔ عربی زبان پر بھی یہودیوں کے کافی اثرات تھے۔ ان لوگوں نے عربی زبان میں بہت سے ایسے الفاظ داخل کر دیئے تھے۔ جن کو ان سے پہلے عرب لوگ جانتے بھی نہ تھے۔ اسی طرح ایسی دینی اصطلاحات بھی زبان میں داخل کر دی تھیں۔ جن کا عربوں کو کوئی علم نہیں تھا۔ جیسے، جہنم، شیطان، ابلیس وغیرہ ذلک۔

اس پر یہ اضافہ اور کر لیجئے کہ یہودیت، جب جزیرۂ عرب میں داخل ہوئی ہے تو وہ یونانی تہذیب سے بڑی حد تک متاثر ہو چکی تھی۔ کیونکہ انھوں نے یونانی اور رومی حکومت کے ماتحت صدیاں گذاری تھیں۔ علاوہ ازیں یہودیت اسکندریہ اور بحر ابیض کے کنارہ پر پھیلی ہوئی تھی۔ جو یونانی تہذیب کا مرکز تھے یہودی علماء دین میں ایسے لوگ موجود تھے جو یونانی فلسفہ کو سیکھ کر فلسفی آداب سے مسلح ہو چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی فلسفہ یہودیت میں بالکل اسی طرح سرایت کرتا چلا گیا۔ جس طرح رومی قانون کے بعض مبادی اس میں سرایت کرتے چلے گئے تھے۔

بالڈوین نے اپنی کتاب "معجم الفلسفہ" میں لکھا ہے کہ مغرب و مشرق کا اختلاط اسکندریہ میں ہوا اور مدنیت، علوم اور دین کے بارے میں رومی، یونانی اور شامی آراء کا امتزاج ان تمام امور میں مشرق اقصیٰ کی آراء کے ساتھ ہوا جس نے ایک بالکل ہی نئی چیز پیدا کر دی تھی۔ جس کی موجد مغرب کی بحث و تفتیش اور مشرق کا الہام تھا۔ یہیں دین کو فلسفہ کے ساتھ مستحکم اتصال حاصل ہوا جس کے نتائج میں ایسے دینی عقائد ظاہر ہونے لگے جن کی بنیاد نہ خالص فلسفہ پر تھی اور نہ خالص دین پر، بلکہ جن میں دونوں کا اپنا اپنا حصہ تھا۔ یہ دو چیزوں سے پیدا ہوا۔

---

[۱] مقدمہ ابن خلدون ص ۴۸۸

بزم طلوع اسلام

۲۶ر مارچ کے طلوع اسلام میں وضاحت کی جاچکی ہے کہ بزم کا عہدیدار صرف ایک ہونا چاہیے جو "ترجمان" کہلائے وہی بزم کے اجلاس کا انتظام کرے اور "طلوع اسلام" سے خط و کتابت بھی کرے۔ یہ پوری طرح سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ بزم طلوع اسلام کا مقصد قرآنی فکر کی اشاعت و ترویج ہے نہ کہ مراتب و مناصب کی تقسیم، غرض کام سے ہے نہ کہ نام سے۔ لہٰذا آپ کام ایک ہی صاحب کے سپرد کیجئے، اس مزید وضاحت کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اب بھی بعض بزمیں صدر اور سکریٹری وغیرہ کے نام سے مراسلت کرتی ہیں۔

گجرات سابقہ اشاعت میں یہ اعلان کیا جا چکا ہے کہ گجرات میں بزم کی تشکیل ہو گئی ہے۔ اس کے ترجمان بابو محمد حسین صاحب، شملہ اسٹور چوک شاہ دولہ ہیں، اب اطلاع موصول ہوئی ہے کہ بزم نے چوک شاہ دولہ میں لائبریری بھی قائم کر لی ہے اور ہفتہ وار اجتماع کا بھی انتظام کر لیا ہے یہ اجتماع ہر اتوار کو ساڑھے چار بجے بعد از دوپہر لائبریری میں منعقد ہوتا ہے۔

ملتان تعجب ہے کہ ملتان جیسی جگہ میں بزم متشکل نہیں ہوئی تھی۔ بہرحال اس سلسلہ میں کوشش شروع ہو گئی ہے مقامی حضرات اختر علی صاحب، معرفت شاہ محمد اینڈ سنز آٹو موبائیل انجینئر، بیرون پاک دروازہ سے رابطہ پیدا کریں۔

طلوع اسلام کا دفتر

۲۳/۱ فاؤلر لائن نیپئر بارکس میں واقع ہے

صدر کی طرف سے آنے والے حضرات نیپئر بارکس میں داخل ہو کر بجائے سیدھے جناح اسپتال کی طرف جانے کے بائیں ہاتھ ڈرگ روڈ کی طرف مڑ جائیں تو تھوڑے سے فاصلہ پر بائیں ہاتھ کو پی، ڈبلیو، ڈی کے انکوائری آفس کے عقب میں طلوع اسلام کا دفتر ہے،

اسی دفتر میں ہر اتوار کو صبح ۹ بجے محترم پرویز صاحب قرآن پر لیکچر دیتے ہیں۔

کراچی میں طلوع اسلام کی سول ایجنسی

طاہر پبلشرز

بندر روڈ، بولٹن مارکیٹ کے پاس ہے، مقامی ایجنٹ مطلوبہ پرچے ان سے براہ راست حاصل کریں

سلیم کے نام

(صوفیائے کرامؒ)

تم نے عزیزم! وقت تو بہت لیا لیکن مجھے خوشی ہوئی کہ یہ بات تمہاری سمجھ میں آگئی کہ تصوف اپنی اصل کے اعتبار سے غیر قرآنی تصور ہے۔ اب رہا تمہارا یہ سوال کہ ہمارے صوفیائے کرام کی (بالخصوص وہ جن کا ہندوستان میں بہت چرچا ہے) علمی اور فکری سطح کیا تھی، اور قرآن پر ان کی نگاہ کہاں تک تھی؟ تو اس کے لئے پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے جو بزرگ دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں ان کے متعلق جب بھی گفتگو کی جائے گی، تو انہی کتابوں کی رُو سے کی جائے گی، جنھیں ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ان کتابوں کی دو ہی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ یا وہ ان حضرات کی نہیں ہیں اور انھیں ان کی طرف غلط منسوب کیا جاتا ہے، تو اس صورت میں ان کے متعلق ہم بھی وہی کہیں گے جو حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تھا کہ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ (۲۰/۵۲) اور اگر یہ کتابیں فی الواقعہ انہی کی ہیں تو ان سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان حضرات کی علمی اور ذہنی سطح کیا تھی۔ تم نے بالخصوص حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ، خواجہ قطب عالمؒ، بابا فرید گنج شکرؒ اور خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے متعلق دریافت کیا ہے۔ ان حضرات کی مستقل تصانیف کوئی نہیں البتہ ان کے ملفوظات کے مجموعے ہیں۔ ان ملفوظات کی صورت یوں ہے کہ ایک پیر کے ملفوظات ان کے خلیفہ قلمبند کرتے ہیں۔ وہ ان کی مجلس میں جاتے ہیں، اور ان کے ارشادات کو محفوظ کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ ایک مجموعہ مرتب ہو جاتا ہے۔ مثلاً خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے پیر و مرشد تھے خواجہ عثمان ہارونیؒ۔ انھوں نے خواجہ ہارونیؒ کے ملفوظات قلمبند فرمائے ہیں۔ اس مجموعہ کا نام ہے انیس الارواح۔ خواجہ اجمیریؒ کے ملفوظات کو ان کے خلیفہ خواجہ قطب الدین اوشی کاکیؒ (خواجہ قطب عالمؒ) نے جمع کیا ہے۔ اس کا نام ہے دلیل العارفین۔ خواجہ قطب عالمؒ کے ملفوظات کو بابا فرید گنج شکرؒ نے مرتب فرمایا تھا۔ اس مجموعہ کا نام ہے فوائد السالکین۔ حضرت بابا فریدؒ کے ملفوظات کو خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے جمع کیا تھا۔ اس کا نام ہے راحت القلوب۔ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات کو امیر خسروؒ نے مرتب کیا تھا۔ مجموعہ کا نام ہے راحت المحبین۔ تم نے دیکھا کہ اس طرح ان ملفوظات کے ہر مجموعہ کو دہری سند حاصل ہو جاتی ہے۔ ایک تو ان کی جن کے یہ فرمودات ہیں اور ایک ان کی جنھوں نے ان ارشادات کو جمع اور مدوّن فرمایا۔ مثلاً انیس الارواح میں خواجہ عثمان ہارونیؒ کے فرمودات ہیں۔ اس اعتبار سے انھیں ان کی سند حاصل ہے، اور ان فرمودات کو جمع کیا خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے۔ اس اعتبار سے اس مجموعہ کو ان کی سند حاصل ہے۔ یہ مجموعے طبع شدہ ہیں، اس لئے انھیں از خود دیکھا جا سکتا ہے۔ اور چشتیہ خاندان کے متوسلین تو ان مجموعوں کو ورد و وظائف کی طرح یاد کرتے اور دہراتے رہتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ تم خود ان مجموعوں کو دیکھتے، تاکہ تمہیں ان کے علمی پایہ کا براہ راست اندازہ ہو جاتا؛ لیکن تمہاری تو حالت یہ ہو چکی ہے کہ لادو دے، لدادے، لادنے والا ساتھ دے، تم انھیں از خود کہاں پڑھو گے! اس لئے یہ ڈیوٹی بھی مجھے ہی سرانجام دینی پڑے گی لیکن میں ان مجموعوں کو بہ تمام و کمال تو خط میں منتقل کر نہیں سکتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے بعض اقتباسات نقل کر دوں۔ ان سے باقی مجموعہ کے متعلق خود اندازہ لگا سکو گے۔ یہ مجموعے فارسی میں ہیں لیکن چونکہ تمھیں فارسی پر آتنا عبور نہیں، اس لئے ان کا اردو ترجمہ ہی لکھنا پڑے گا۔ یہ ترجمہ مسلم پریس دہلی کا چھپا ہوا ہے۔ اقتباسات لفظاً بلفظ نقل کرائے جائیں گے تاکہ ان کی صحت میں کوئی شبہ نہ رہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ میں ایسے معاملات میں کتنی احتیاط برتا کرتا ہوں۔ اچھا تو لو سنو۔

انیس الارواح پہلا مجموعہ ہے انیس الارواح یعنی خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ارشادات کا مجموعہ جسے خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے مرتب فرمایا۔ خواجہ صاحب اپنے پیر و مرشد کے متعلق فرماتے ہیں کہ

"میرے ہمسایہ میں میرا ایک پیر بھائی تھا جب اس کا انتقال ہوا، لوگ تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر دفن کر کے واپس چلے گئے۔ میں اس کی قبر پر بیٹھا رہا۔ عالم مشغولی میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو فرشتے عذاب کے اس کے پاس آئے اور چاہتے تھے کہ عذاب کریں۔ اتنے میں حضرت پیر و مرشد تشریف لائے، اور ان دونوں فرشتوں کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسے عذاب مت کرو۔ یہ میرا مرید ہے۔ وہ حسب الارشاد واپس چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں واپس آئے اور عرض کی باری تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ اگرچہ یہ شخص آپ کا مرید تھا لیکن آپ کے طریقہ سے برگشتہ تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حال ایسا ہی ہے مگر اس نے اپنی ذات کو میرے پلّے میں باندھا تھا۔ اس کی حمایت میرے ذمہ ضروری ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ان فرشتوں کو حکم ہوا کہ واپس چلے آؤ۔ اس شخص کو عذاب نہ کرو۔ ہم نے اسے حضرت کی خاطر عزیز ہونے کے سبب سے بخش دیا ہے۔"

اس کے بعد خواجہ صاحب نے اپنے پیر و مرشد کی معیت میں ایک سفر کا حال لکھا ہے۔ جس میں (بدخشاں میں) ایک بزرگ کو دیکھا جن کی عمر ایک سو چالیس برس کی تھی۔ ان کا ایک پاؤں جڑ سے کٹا ہوا تھا۔ اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ

"میں ایک مدت سے اس صومعہ میں معتکف ہوں۔ اس سے کبھی ایک قدم بھی خواہش نفس سے باہر نہیں نکالا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ہوائے نفسانی سے یہ بریدہ پاؤں باہر نکالا اور دوسرا نکال کر ارادہ روانگی کا تھا کہ ہاتف نے آواز دی: 'اے مدعی! ہمیں عہد یاد کر فراموش کر دی!' یہ آواز سن کر متنبہ ہوا اور اپنی عذر خلافی سے پشیمان۔ چھری میرے پاس موجود تھی۔ فی الفور میان سے نکالی اور اس پاؤں کو جو باہر نکالا تھا کاٹ کر پھینک دیا۔"

اب مجالس کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ ایک دن گفتگو دربارہ چاند و سورج گرہن ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

"حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ جب آدمیوں سے گناہ زیادہ سرزد ہوتے ہیں فرشتوں کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ چاند اور سورج کو پکڑو اور اس کے کسی جزو کل کو کسی قدر عرصہ کے لئے بے نور کر دو کہ اس سے خلق کو عبرت ہو۔"

ایک مجلس میں فرمایا کہ

"اگر خاوند کے جسم سے پیپ اور خون رواں ہو اور عورت اسے صاف کرنے کے لئے اپنے منہ سے چاٹے، تو بھی خاوند کا حق کما حقہ ادا نہ ہوگا۔"

ایک مجلس میں فرمایا کہ

"حضرت عیسیٰ کا دسترخوان سرخ رنگ کا تھا۔ وہ آسمان سے نازل ہوا تھا۔ جو شخص سرخ دسترخوان پر روٹی کھاتا ہے بروز حشر حضرت جبرئیل اس کے لئے براق معہ حلہ بہشتی لائیں گے۔"

ایک مجلس میں اہل جنت کے متعلق گفتگو ہوئی تو فرمایا کہ

"رسول اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ ہمیں اہل جنت کے خور و نوش سے خبر دیجئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے مجھکو اس ذوالجلال والاکرام کی جس نے مجھے پیغمبری دی ہے کہ مرد بہشت میں سو مرتبہ کھانا کھائے گا اور سو ہی مرتبہ اپنی عیال سے صحبت کرے گا۔ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب اس قدر کھانا پینا ہوگا تو انھیں قضائے حاجت بھی ہوگی یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ وقت قضائے حاجت جسم سے ایک ریح خارج ہوگی جس کی خوشبو مشک کو ماند کر دی جائے گی۔"

دلیل العارفین اب اس مجموعہ کو لو جو خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے ملفوظات پر مشتمل ہے جنھیں خواجہ قطب عالمؒ نے مرتب فرمایا تھا۔ میں یہ کہنا بھول گیا کہ خواجہ عثمان ہارونیؒ قصبہ ہارون کے رہنے والے تھے، جو نیشاپور کے قریب واقع ہے۔ اور خواجہ اجمیریؒ قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے تھے جو سیستان میں واقع ہے۔ آپ کی وفات ۶۳۳ھ میں اجمیر میں ہوئی تھی۔ آپ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ

"فقہ اکبر میں بروایت امام اعظم ابو حنیفہؒ لکھا ہے کہ ایک کفن چور جس نے چالیس سال تک کفن چرائے تھے، قضائے الٰہی سے مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت بریں میں خراماں ہے۔ پوچھا یہ درجہ اس نے کہاں سے حاصل کیا۔ جواب دیا کہ نماز پڑھنے اور صبح کی نماز سے اشراق تک مصلّے پر قرار پکڑنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے سارے گناہ بخش دیئے۔"

ایک مجلس میں فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ کی تفسیر فرمایا کہ ویل ایک کنواں یا میدان دوزخ میں ہے۔ اس سے زیادہ کسی دوزخ میں عذاب نہیں۔

ایک مجلس میں عذاب قبر کے متعلق گفتگو کے دوران میں فرمایا کہ

"ایک بزرگ بصرہ کے ایک قبرستان میں بیٹھے تھے۔ ہمارے متصل ایک مردے کو عذاب قبر ہو رہا تھا اس بزرگ نے جب یہ حال دیکھا تو زور سے نعرہ مار کر زمین پر گر پڑے۔ ہم نے اٹھانا چاہا تو معلوم ہوا کہ جان قالب سے پرواز کر گئی ہے۔ پھر تھوڑی دیر میں بدن ان کا پانی ہو کر ناپید ہو گیا۔ اسی طرح فرمایا کہ درویش قوالی سنتے سنتے زمین پر گر پڑے۔ خرقہ ان کا زمین پر پڑا رہا اور جسم اس کے اندر سے غائب ہو گیا۔"

ایک مجلس میں خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ

"بروز قیامت انبیاء اولیا، سب قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ ان کے کندھوں پر کمبل

۱؎ یہ سلسلہ خطوط مطبوعہ طلوع اسلام بابت دسمبر ۱۹۵۳ء۔ ۲؎ اولیاؒ دلی کی جمع ہے۔ لیکن چونکہ ان کا یہی نام مشہور ہے اس لئے میں نے بھی اسی طرح لکھ دیا ہے۔

۱؎ تباہی (ویل) ہے ان نمازیوں کے لئے جن کی نمازیں تیر بے ہدف کی طرح بے نتیجہ رہ جائیں۔

پڑے ہوں گے۔ ہر ایک کمبل میں کم و بیش ایک لاکھ تلنے کے دھاگے اور ایک لاکھ بالنے کے ہوں گے۔ ان کے مرید اور بچے ان کے ان تاگوں کو پکڑیں گے اور اس وقت تک پکڑے رہیں گے جب تک خلق ہنگامۂ محشر سے فارغ نہ ہو، پھر حق تعالیٰ انھیں پل صراط پر پہنچا دیگا اور وہ مع اپنے پیروں کے اس تیس ہزار برس کے راستے کو ایک دم زدن میں برکت پکڑے رہنے اس گلیم کے طے کریں گے۔ اور دروازہ بہشت پر پہنچکر دارالنعیم میں داخل ہونگے۔

ایک اور مجلس میں فرمایا کہ

"جب رسول اللہؐ کا وصال ہوا تو آپ نے اصحاب کہف کا غار دیکھا۔ انھیں سلام کیا۔ حق تعالیٰ نے سب کو زندہ کیا اور جواب سلام دلوایا۔ آپ نے مذہب اسلام کی دعوت دی اور انھوں نے اسے بصدقِ دل منظور کیا۔"

ایک مجلس میں فرشتوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

"اللہ نے ایک فرشتہ باسیل نام پیدا کیا ہے۔ اس کا ایک ہاتھ مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ تسبیح اس فرشتہ کی ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ وہ روز و شب پر موکل ہے۔ اس کے سامنے ایک تختی پر بہت سے خطوط سیاہ و سفید ہیں۔ وہ ان خطوط کی درازی اور کوتاہی سے رات دن چھوٹا بڑا کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو رات، دن گھٹتے بڑھتے جاتے ہیں۔ یہ فرما کر آپ زار و قطار رونے لگے۔ اور عالم بیہوشی آپ پر طاری ہوا۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے کوہ قاف کو پیدا کیا ہے۔ اور تمام عالم اس کے احاطہ کے اندر آباد ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں بھی اس کا ذکر ہے۔ فرمایا: قٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ...... پھر فرمایا کہ وہ پہاڑ زمین سے چالیس گنا زیادہ وسیع ہے۔ نیز ایک گائے اپنے سر پر رکھے ہے۔ درازی اس گائے کی تیس ہزار سال کی راہ ہے۔ سر اس کا مشرق میں اور دُم مغرب میں ہے۔ پھر فرمایا کہ خواجہ مودود چشتیؒ نے جس مجلس میں یہ بات بیان کی تھی اس میں ایک درویش حاضر تھے۔ انھیں اس سے اپنے دل میں کچھ شک گزرا۔ حضرت خواجہ سر بمراقبہ ہوئے۔ اور وہ اور وہ درویش اپنے اپنے خرقوں سے گم ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں واپس آئے تو اس درویش نے قسم کھا کر کہا کہ مجھے حضرت خواجہ نے کوہ قاف دکھا دیا ہے۔ اب مجھکو کوئی شبہ نہیں رہا۔"

ایک مجلس میں فرمایا کہ

"جس روز اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا ہے، اس روز ایک سانپ بھی پیدا کیا اور اس سانپ سے ارشاد فرمایا کہ اے سانپ! ہم تجھے امانت سپرد کرتے ہیں، منظور ہے یا نہیں۔ سانپ نے جواب دیا۔ مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ حکم ہوا منہ کھول دے۔ اس نے منہ کھولا۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ دوزخ کو لا کر اس سانپ کے منہ میں رکھدو۔ فرشتوں نے دوزخ لا کر اس سانپ کے منہ میں رکھدی اور منہ باندھ دیا۔ اب دوزخ اس سانپ کے منہ میں ہے ساتویں زمین کے نیچے۔ اگر دوزخ سانپ کے منہ میں زیر زمیں نہ ہوتی تو تمام عالم جل جاتا۔"

ایک مجلس میں الحمد شریف کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

"میں اور خواجہ عثمان ہارونی سفر میں تھے۔ دجلہ کے کنارے پہنچے۔ دریا طغیانی پر تھا۔ میں فکر میں ہوا کہ کس طرح پار اتریں اور جلد عبور کرنے کی ضرورت تھی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ تھوڑی دیر میں کھولیں۔ خود اور حضرت خواجہ کو دجلہ کے اس پار پایا۔ میں نے دریافت کیا کہ کس طور عبور فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ الحمد شریف کو پانچ مرتبہ پڑھکر قدم پانی میں رکھا اور پار اتر گئے۔"

ایک مجلس میں فرمایا کہ

"جب حضرت آدم سے لغزش ہوئی تو تمام چیزیں حضرت کو دیکھکر رونے لگیں لیکن چاندی اور سونا نے آنسو نہ نکالے اور خدا سے عرض کی کہ ہم اس کے حال پر نہ روئیں گے جو تیرا گناہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عرض سنکر قسم کھائی اور کہا کہ میں تمھاری قیمت مقرر کر دوں گا اور بنی آدم کو تمہارا خادم بنا دوں گا۔"

اس کے بعد فرمایا کہ جنگل میں ایک درویش رحلت کردہ کی لاش کو دیکھا کہ ہنس رہی تھی۔ پوچھا تم تو مر چکے ہو اب کیونکر ہنستے ہو۔ جواب دیا کہ محبت حق تعالیٰ میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

سلیم میاں! باتیں تو بہت سی لکھی جا سکتی ہیں، لیکن خط میں اتنی گنجائش کہاں ہے۔ اس لئے مختصر اقتباسات پر ہی کفایت کر رہا ہوں۔

فوائد السالکین | اب تم فوائد السالکین کو دیکھو جو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکیؒ کے ملفوظات پر مشتمل ہے جنھیں ان کے خلیفہ خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ نے مرتب فرمایا تھا۔ خواجہ صاحب قصبہ اوش کے رہنے والے تھے جو ماوراء النہر کا ایک قصبہ ہے۔ آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی والدہ پندرہ پارہ کی حافظ تھیں، اور ایام حمل میں قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف رہتی تھیں۔ اس لئے آپ پیدائش ہی سے پندرہ پارہ کے حافظ تھے۔

آپ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ

"بدخشاں میں ایک بزرگ تھے۔ انھوں نے حاکم وقت کو حکم دیا کہ ایک خانقاہ تیار کر دو۔ اس نے خانقاہ تیار کرائی تو آپ نے حکم دیا کہ ہر روز بازار سے ایک کتا خرید کر لائیں۔ حسب الحکم روز کتے خرید کر لاتے۔ آپ ان کا ہاتھ پکڑ کر سجادہ پر بٹھاتے اور فرماتے خدا کے سپرد کیا۔ آخرالامر وہ کتے ایسے ہو گئے کہ ہر ایک ان میں کا پانی پر چلتا تھا اور جس کسی کو وہ نقش دیدیتا، اچھا ہو جاتا۔"

ایک مجلس میں فرمایا کہ

"میں اور قاضی حمیدالدین ایک سفر میں تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا بچھو ہے، جو دریا کی جانب روانہ ہو رہا ہے۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو لئے۔ دریا پر پہنچے تو دریا زور شور سے رواں تھا اور کوئی کشتی وغیرہ موجود نہ تھی۔ ہم نے اللہ سے دعا کی کہ اگر ہم نے اپنا کام کمال کو پہنچا لیا ہو تو دریا ہمیں راہ دیدے۔ ناگاہ دریا شق ہو گیا اور درمیان دریا راہ ہو رہا ہوئی۔ ہم اس راہ میں رواں ہو کر پار اتر گئے وہ بچھو ہمارے آگے آگے تھا۔ بچھو ایک درخت کے تلے پہنچا جس کے سائے میں ایک مرد سو رہا تھا، اور ایک اژدھا اس شخص کو کاٹنے کے لئے آ رہا تھا۔ بچھو نے سانپ کے ڈنک مارا، سانپ مر گیا۔ اور بچھو غائب ہو گیا۔ وزن اس سانپ کا ہزار من کا ہوگا۔ ہم اس شخص کے قریب گئے تو معلوم ہوا کہ وہ شرابی ہے۔ شراب پی کر قے کی ہے اور بد مست پڑا ہے۔ ہم متعجب ہوئے کہ ایسے نافرمان شخص پر اللہ نے ایسی نوازش فرمائی ہے۔ جونہی یہ اندیشہ ہمارے دل میں گذرا، ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اگر ہم پارساؤں پر اپنی توجہ مبذول رکھیں تو غریبوں کا حامی کون ہوگا؟"

ایک مجلس میں فرمایا کہ خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ایک مرید نے آپ سے کہا کہ میرے ہمسایہ نے میرے مکان سے متصل ایک چوبارہ بنوایا ہے جس سے میرا مکان بے پردہ ہو گیا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ شخص یہ جانتا ہے یا نہیں کہ تم میرے مرید ہو۔ اس نے کہا کہ وہ اس سے واقف ہے۔

آپ نے یکایک زبان مبارک سے فرمایا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ کوٹھے پر سے گر نہیں پڑتا۔ اور اس کا مہرۂ گردن ٹوٹ نہیں پڑتا۔ اس اثنا میں وہ مرید اپنے گھر کو گیا۔ راستے میں سنا کہ وہ شخص کوٹھے سے گر پڑا ہے اور اس کی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا ہے۔

پھر فرمایا کہ بغداد شریف میں ایک شخص کو جرم قتل کی سزا میں قتل کرنے لگے اور قاعدے کے موافق اس کا منہ قبلہ رخ کرنے لگے تو اس نے اپنا منہ قبلہ سے پھیر کر اپنے پیر کے مزار کی طرف کر لیا۔ جلاد نے کہا کہ مرتے وقت اپنا رخ قبلہ کی طرف کرنا چاہیئے۔ اس شخص نے کہا کہ تو اپنا کام کر، میں نے اپنا منہ اپنے قبلہ کی طرف کر لیا ہے۔ وہ دونوں اسی حیص بیص میں تھے کہ خلیفہ کا قاصد آیا اور اس نے کہا کہ اس شخص کا جرم خلیفہ نے معاف کر دیا ہے۔ اس پر خواجہ قطب عالمؒ نے فرمایا کہ دیکھو۔ اس شخص کی خوش عقیدگی نے اسے قتل سے صاف بچا لیا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ

"حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کو جب اشتیاق خانہ کعبہ کا غالب ہوتا تو فرشتے سرزمین چشت میں لے آتے کہ خواجہ صاحب زیارت سے مشرف ہوں۔"

راحت القلوب | اب سلیم! اس مجموعہ کی طرف آؤ جو ان سب میں بڑا ہے یعنی راحت القلوب۔ اس میں خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ کے وہ ملفوظات ہیں جنھیں خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے مرتب فرمایا تھا۔ خواجہ گنج شکرؒ اجودھن کے رہنے والے تھے۔ محرم ۶۶۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار پاکپٹن (ضلع منٹگمری) میں ہے۔ آپ کے لقب (گنج شکر) کی وجہ تسمیہ میں بہت سے اقوال ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کہیں جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک بنجارہ گزرا، جس کے بوروں میں شکر لدی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ بوروں میں کیا ہے۔ اس نے از راہ ظرافت کہا کہ نمک ہے۔ گھر جا کر بورے الٹے تو ان سب میں نمک ہی نمک تھا۔ وہ روتا ہوا حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا کہ بہت اچھا وہ شکر تھی تو شکر ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ شکر بن گئی۔

ایک مجلس میں گفتگو درباره خرقۂ درویش ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ

"جب رسول اللہؐ معراج سے واپس آئے تو آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ مجھے فرمان الٰہی ہوا ہے کہ خرقۂ درویش اس شخص کو دوں جو میرے سوال کا جواب شافی دے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ سے یہ سوال کیا کہ اگر یہ خرقہ تمہیں دے دیا جائے تو تم کیا کرو گے۔

حضرت صدیقؓ نے کہا کہ میں سب کچھ خدا کی راہ میں نثار کر دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں عدل انصاف کروں گا۔ مظلوموں کی داد کو پہنچوں گا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں حیا اور سخاوت اختیار کروں گا لیکن ان میں سے کسی کا جواب اطمینان بخش نہ تھا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ اگر یہ خرقہ تمھیں دیدیا جائے تو تم کیا کرو گے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر مجھے خرقہ عطا کر دیا جائے، تو میں بندگانِ خدا کی پردہ پوشی کروں گا۔ چنانچہ آپ نے وہ خرقہ حضرت علیؓ کو دیدیا۔"

ایک دفعہ فرمایا کہ

"خواجہ ابوسعید ابوالخیر ایک دفعہ ذکرِ خدا میں مشغول تھے کہ ہر بال کی جڑ سے خون رواں ہونے لگا اہلِ خانہ نے ایک کاسہ چوبیں نشست کے نیچے رکھ دیا کہ جو خون بہے وہ کاسہ میں جمع ہو جائے۔ آپ کے جسم مبارک سے اس قدر خون رواں تھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ کاسہ بھر گیا، اور اہلِ خانہ نے وہ خون پی لیا۔"

ایک مجلس میں فرمایا کہ

"نواحِ غزنی میں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ نہایت ضعیف اور لاغر تھے۔ ان کی عادت تھی کہ ہر شب ایک سو بیس رکعات نماز نفل ادا فرماتے تھے لیکن عارضۂ شکم کی وجہ سے ہر دو رکعت کے بعد انھیں قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی تھی۔ آپ قضائے حاجت کے واسطے تشریف لے جاتے واپس آکر غسل فرماتے اور دوگانہ ادا کرتے۔ پھر قضائے حاجت ہوتی اور غسل کر کے دوگانہ ادا کرتے۔ مختصر یہ کہ اس شب وہ ساٹھ مرتبہ نہائے اور اپنا وظیفہ ادا کیا۔ آخر بار جب نہانے تشریف لے گئے تو میاں آب ہی انتقال فرمایا۔ سبحان اللہ! کیا مضبوط اور راسخ العقیدہ تھے۔"

ایک دفعہ فرمایا کہ

"جب مغلوں نے یمن کا محاصرہ کیا تو والیٔ یمن حضرت خواجہ ابواللیث کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک پتلی سی چھڑی تھی۔ آپ نے وہ خلیفہ کو عطا فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ غروبِ آفتاب کے وقت مغلوں پر شبخون مارنا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور جونہی وہ لکڑی لشکرِ مغل پر پھینکی انھیں ہزیمت واقع ہوئی اور وہ گرتے پڑتے بھاگ گئے۔"

اسی طرح ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ ایک سیاح نے مجھ سے یہ حکایت بیان کی تھی کہ میں نے شہر دمشق کو اجاڑ پایا اور دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہاں کے بعض باشندوں نے وظیفہ ترک کر دیا تھا ناگاہ مغلوں کا لشکر ان کے شہر میں آیا اور شہر کو ویران کر دیا۔

چونکہ سلیم! یہ ایک تاریخی بات ہے کہ جو درمیان میں آگئی ہے، اس لئے تمھاری اطلاع کے لئے اتنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یمن پر مغلوں کا حملہ بالکل خلافِ واقعہ ہے۔ باقی رہا مغلوں کا دمشق پر حملہ۔ سو دمشق پر پہلی بار تیمور کے مغلوں نے حملہ کیا تھا، جو خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے قریباً سو سال بعد کا واقعہ ہے۔

ایک مجلس میں فرمایا

"ایک نوجوان واصلانِ حق میں سے تھا۔ جب عمر اس کی تمام ہوئی۔ ملک الموت نے اس کو شرق سے غرب تک ڈھونڈا لیکن نہیں پتہ پایا (مجبوراً اپنے مقام پر آکر سجدہ میں سر رکھا، اور خدا سے درخواست کی وہ اس نوجوان کا پتہ بتا دیں) حکمِ خدا ہوا کہ اس نوجوان کو فلاں خرابہ میں تلاش کرو لیکن ملک الموت کو اس کا وہاں بھی کچھ پتہ نہ چلا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے ملک الموت! تم ہمارے دوستوں کی روح قبض نہیں کر سکتے اور نہ ان کو دیکھ سکتے ہو۔ وہ لوگ میرے پاس ہیں۔"

ایک مرتبہ فرمایا کہ

"شیخ جلال الدین رومی کبھی روم میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا آپ غائب ہو جاتے۔ آخر معلوم ہوا کہ آپ شرعاً و تعظیماً خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں۔" ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک جوگی حضرت بابا فریدؒ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس سے کہا کہ کوئی کرامت دکھاؤ۔ یہ سنکر وہ ہوا میں اڑنے لگا۔ آپ نے اپنی جوتیاں ہوا میں چھوڑ دیں۔ وہ اس جوگی کے سر سے اونچی چلی گئیں اور اس پر لگنے لگیں۔ چنانچہ جوگی معترف ہوا کہ جس شخص کی جوتیوں کا یہ مرتبہ ہو گا وہ کس مرتبے کا ہو گا۔"

ایک مرتبہ آپ نے اپنی ریاضت کے متعلق بتایا کہ

"میں ۳۰ سال عالمِ تفکر میں کھڑا رہا۔ بالکل نہیں بیٹھا۔ مجھے یاد نہیں کہ اس بیس سال میں میں نے کچھ کھایا ہو۔"

ایک مجلس میں حضرت عمرؓ کے مناقب بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ

"ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک دہی بیچنے والا راستے میں کھڑا رو رہا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا دہی زمین پر گر گیا تھا۔ زمین اسے پی گئی ہے۔ کیا آپ اسے روا رکھ سکتے ہیں۔ یہ سنکر آپ نے درہ اٹھا کر نعرہ مارا کہ زمین! تو دہی واپس دیتی ہے یا نہیں۔ یہ سنتے ہی زمین پھٹ گئی اور دہی اوپر نکل آیا۔ اس دہی والے نے اپنا سبوچہ دہی سے بھر لیا اور چل دیا۔"

اسی طرح فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ اپنا خرقہ سی رہے تھے اور پشت آپ کی جانب آفتاب تھی پشت مبارک آپ کی تمازتِ آفتاب سے گرم ہو گئی تو آپ نے نگاہ غضب سے آفتاب کی طرف دیکھا معاً فرشتوں کو حکم ہوا کہ نورِ آفتاب کا محو کریں کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ گستاخی سے پیش آیا ہے فرشتوں نے فی الفور تعمیل کی اور نورِ آفتاب سے لے لیا۔ جملہ جہان تاریک ہو گیا۔ رسول اللہؐ اس زمانہ میں حیات تھے۔ از حد غمناک ہوئے۔ فرمانے لگے کہ شاید قیامت قائم ہو گئی، جو نورِ آفتاب سے لے لیا گیا یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت جبریلؑ نازل ہوئے اور بیان کیا کہ یا رسول اللہؐ! قیامت قائم نہیں ہوئی (بلکہ آفتاب کا نور حضرت عمرؓ کی گستاخی کی وجہ سے چھین لیا گیا ہے۔ رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کو طلب فرمایا اور شفاعت کی۔ حضرت عمرؓ نے سورج کو معاف کر دیا۔ فی الفور جہان روشن ہو گیا۔

ایک مجلس میں فرمایا کہ

"عہدِ رسول اللہؐ کا ذکر ہے کہ ایک شخص کے ہاں دو بچے توام پیدا ہوئے۔ یہ خبر آنحضرتؐ کو پہنچائی گئی اور عرض کیا گیا کہ ان کے جدا کرنے کی ترکیب فرمایئے۔ آپ متفکر تھے کہ حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ! ان کے سروں میں ایک ہی کنگھا کرنا چاہیئے، علیحدہ ہو جائیں گے۔ ایسا ہی کیا گیا اور وہ الگ الگ ہو گئے۔"

ایک مرتبہ فرمایا کہ سورۂ ملک کا نام توریت میں ماثورہ ہے، اور ماثورہ کا ترجمہ (فارسی میں) عذابِ گور سے باز رکھنے والا ہے۔

ایک مجلس میں فرمایا کہ جب خواجہ عبداللہ سہیل تستریؒ کا انتقال ہوا ہے تو شہر میں یہودیوں کی ایک جماعت سخت منکر تھی۔ ان میں سے ایک یہودی نے جنازہ سے قریب آکر کہا کہ اگر آپ مجھے اس وقت تلقین کریں تو میں مسلمان ہوتا ہوں اور میرے ساتھ ہزار آدمی اور مسلمان ہوں گے۔ وہ یہ بات پوری نہ کر چکا تھا کہ آپ نے کفن سے ہاتھ باہر نکالا اور دونوں آنکھیں کھول کر کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ چنانچہ اس پر وہ سب مسلمان ہو گئے۔

اسی طرح جب خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ کا انتقال ہوا ہے اور لوگوں نے چاہا کہ جنازہ اٹھائیں تو جنازہ خود بخود ہوا میں معلق ہو کر چلنے لگا۔ دفن کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ جنازہ کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ بیان کر کے آپ نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے اور دیر تک بے ہوش رہے۔

ایک مجلس میں فرمایا کہ

"ایک روز حضرت رسول اللہؐ مع اصحاب ایک جا متمکن تھے۔ معاویہؓ، یزید کو اپنے کندھے پر سوار کئے ہوئے گزرے۔ رسول اللہؐ نے تبسم کیا کہ سبحان اللہ! دوزخی بہشتی کے کندھے پر سوار ہے۔ یہ ارشاد والا حضرت علیؓ نے سنا۔ دریافت کیا: رسول اللہؐ! فرمایئے کہ پسرِ معاویہ کیونکر دوزخی ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ اے علیؓ! یزید بدبخت وہ ہے جو میرے حسنؓ و حسینؓ اور ان کی تمام اولاد کو شہید کرائے گا۔ امیر المومنین حضرت علیؓ اٹھے اور تلوار میان سے کھینچی اور چاہا کہ یزید پلید کو مار ڈالیں۔ آنحضرتؐ مانع ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حکم باری تعالیٰ کا ایسا ہی ہے۔ مخالفت تقدیر کی نہ کرنی چاہیئے۔"

سلیم! تمھاری اطلاع کے لئے اتنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یزید کی پیدائش ۲۶ھ میں ہوئی تھی یعنی رسول اللہؐ کی وفات کے بھی سولہ برس بعد۔

اب چند ایک مثالیں "راحت المحبین" سے بھی سن لو۔ یہ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات ہیں جنھیں امیر خسروؒ نے مرتب کیا تھا۔ خواجہ صاحب بدایوں کے رہنے والے تھے ۷۲۵ھ میں دہلی میں وفات پائی۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔ جہاں تم بیسیوں مرتبہ گئے ہو۔

راحت المحبین

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام بہشت سے کوہ سراندیب میں (جو اب لنکا یا جزیرہ سیلون کے نام سے مشہور ہے) اترے۔ تین (سو) برس تک اپنی لغزش کی بنا پر روتے رہے۔ چنانچہ گوشت پوست ان کے رخساروں کا بہہ گیا تھا۔ اور چڑیوں نے ان کے رخساروں میں گھونسلے بنا لئے تھے۔ اور ان کو اس کی خبر تک نہ تھی۔ آپ کے آنسوؤں سے زمین اس قدر تر ہو گئی کہ اس پر گھاس اگ آئی اور اتنی بلند ہو گئی کہ آپ کا وجود مبارک اس میں پوشیدہ ہو گیا۔

ایک دفعہ فرمایا کہ جس روز حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا ہے۔ اور ایک

بھیڑیئے کو پکڑ کر حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں لے گئے کہ اس نے یوسف کو ہلاک کیا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے اس بھیڑیئے سے پوچھا کہ تو نے یوسف کو ہلاک کیا ہے۔ اس نے کہا کہ خیر (یعنی نہیں) آپ نے دوبارہ اس سے دریافت کیا کہ تو جانتا ہے کہ یوسف کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا "حضرت مجھے معلوم نہیں۔ اگرچہ میں جانور ہوں لیکن عیب جوئی اور عیب گوئی نہیں کرتا۔"

پھر فرمایا کہ حضرت ایوبؑ نے خدا سے دعا کی کہ مجھے بارہ ہزار زبانیں دے تاکہ ہر زبان سے تیرا ذکر کروں۔ اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور انھیں کیڑوں میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ ان کے جسم میں بارہ ہزار کیڑے تھے۔ حضرت نوحؑ کے متعلق فرمایا کہ وہ ہر رات میں ایک ہزار رکعت نماز نفل ادا کیا کرتے تھے۔ اور قریب صبح سر سجدہ میں رکھکر عاجزی کیا کرتے تھے۔ اس وقت آپ کے ہر بن مو سے خون جاری ہو جاتا اور ہر قطرہ سے جو زمین پر گرتا نقش تسبیح پیدا ہو جاتا۔ آپ کی کشتی کے متعلق فرمایا کہ اس کے لئے جبریلؑ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار تختے مہیا کئے، اور اسی طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار کیلیں آسمان سے نازل کیں۔ ہر تختے پر ایک ایک رسول کا نام لکھا تھا۔ حضرت محمدؐ کے نام کے بعد چار تختے خالی رہ گئے۔ آپ نے کہا کہ اب ان پر کس کا نام لکھا جائیگا۔ وحی ہوئی کہ رسول اللہ کے چار یار ہوں گے۔ ان کے اسماء کے بغیر کشتی تیار نہیں ہو سکے گی۔ پھر فرمایا کہ آپ نے حضرت آدم کی نعش (جو صفا اور مروہ کے درمیان تھی) نکال کر اس کشتی میں رکھی۔ آپ کی کشتی میں ابلیس بھی سوار ہو گیا آپ نے اسے نکالنا چاہا تو ارشاد خداوندی ہوا کہ اسے نہ نکالو، ہم نے اسے انقراض عالم تک مہلت دے رکھی ہے

ایک مرتبہ فرمایا کہ

"حضرت عیسیٰ آخری زمانہ میں دنیا میں اتریں گے اور اپنے معجزہ سے ایک مردہ زندہ کریں گے جو ابوطالب ہوں گے۔ وہ مسلمان ہو کر کلمۂ شہادت پڑھیں گے۔" (ابوطالب حضرت علیؓ کے والد تھے)

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جب آدمی نماز میں مصروف ہوتا ہے اسے اگلی پچھلی بھولی ہوئی باتیں یاد آجاتی ہیں۔ فرمایا کہ میں نے حدیث شریف کی کتب میں دیکھا ہے کہ الصلوٰۃ نور یعنی نماز روشنائی ہے۔ وقت نماز کوئی شے پنہاں نہیں رہ سکتی۔ پس آدمی جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو اسے سب بھولی ہوئی باتیں یاد آجاتی ہیں۔

حضرت ابراہیم کے متعلق فرمایا کہ آپ کے والد نے نمرود کے ڈر سے انھیں ایک غار میں پھینکدیا تھا۔ چنانچہ آپ اس غار میں چودہ برس تک رہے جس آگ میں آپ کو ڈالا گیا تھا اس کے متعلق فرمایا کہ اس کی تپش ساٹھ کوس تک جاتی تھی۔ نمرود کے متعلق فرمایا کہ جس مچھر نے اسے ہلاک کیا تھا وہ لنگڑا تھا۔

حضرت یوسف کے متعلق فرمایا۔ ایک مرتبہ انھوں نے حضرت یعقوب کو دیکھکر تعظیم کے لئے گھوڑے سے اترنا چاہا لیکن اس میں ذرا دیر لگ گئی۔ اس پر جبریلؑ تشریف لائے اور حضرت یوسف سے کہا کہ تم نے گھوڑے سے اترنے میں دیر لگا دی ہے۔ اس لئے تمہاری اولاد میں کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔

حضرت سلیمان کے متعلق فرمایا کہ ان کے باورچی خانہ میں ستر ہزار اونٹ روزانہ نمک لاتے تھے اور وہ روزانہ خرچ ہو جاتا تھا۔ حضرت موسیٰ کے متعلق فرمایا کہ جب وہ پیدا ہوئے تو فرعون نے ایک تنور گرم کر کے انھیں اس تنور میں ڈلوا دیا۔

ایک مرتبہ مجلس میں درود شریف کی فضیلت کا ذکر آگیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک روز حضرت عثمانؓ بازار سے مچھلی لائے اور اسے بریاں کرنا چاہا۔ مگر وہ بریاں نہ ہوتی تھی۔ جس قدر لکڑیاں انبار خانے میں جمع تھیں سب جل گئیں۔ لیکن وہ مچھلی اپنی اصلی حالت پر ہی رہی۔ وہ مچھلی رسول اللہ کے سامنے پیش کی گئی تو آپ کے دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے دریا میں ایک طائفہ دیکھا تھا۔ جو آپؐ پر درود بھیجتا تھا۔ میں نے بھی ان کی موافقت میں ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجا تھا۔ اللہ نے اس کی برکت سے مجھ پر آگ حرام کر دی ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ حضور میں آپ کی اور آپ کی اولاد کی خدمت کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ فردائے قیامت میں میرے حق میں سفارش فرمائیں گے اور اس روز مجھے فراموش نہ کریں گے۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ کے متعلق فرمایا کہ ایک چیونٹی ان کے پاؤں تلے آکر مر گئی اور آپ نے شدت درد سے سخت آہ کھینچی۔ آپ نے چیونٹی کو اٹھا کر خدا سے دعا کی۔ اگر تیری بارگاہ میں میری کچھ بھی عزت ہے تو اس چیونٹی کو زندہ کر دے۔ چنانچہ وہ چیونٹی اسی وقت زندہ ہو گئی۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ کنگھی کر رہے تھے کہ آپ کی داڑھی میں سے ایک بال ٹوٹا۔ جسے ہوا اڑا کر یہودیوں کے قبرستان میں لے گئی۔ اس کی برکت سے تین دن تک عذاب ان کی قبروں پر نہ ہوا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ ایک بڑھیا روتی ہوئی حضرت مودود چشتیؒ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ حضور میرے اکلوتے بیٹے کو بادشاہ نے ناحق مروا دیا ہے۔ آپ یہ سنکر سردار تشریف لے گئے۔ اور اس لڑکے کی لاش سے کہا کہ اگر تو ناحق مارا گیا ہے تو اٹھ کھڑا ہو۔ لڑکا اسی وقت زندہ ہو گیا۔

کہاں تک لکھتا جاؤں تسلیم! اب تو میرا ہاتھ بھی تھک گیا۔ یہ ہے نمونہ ان ملفوظات کا۔ زیادہ تفصیل سے دیکھنا چاہو تو انھیں خود دیکھ لو۔ امید ہے انہی اقتباسات سے تمھیں ان حضرات کی قرآنی معلومات اور علمی اور ذہنی سطح کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔

والسلام۔ پرویز

اندرونِ ہند

ہندی مسلمانوں پر بدستور خدا کی وسیع زمین تنگ کرنے کی مہم جاری ہے۔ اگرچہ پنڈت جواہر لال نے حال ہی میں یہ اعلان کیا ہے۔ کہ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے جس میں ہر قابل شخص کو خواہ وہ کسی ذات سے اور فرقہ سے تعلق رکھتا ہو صدر اور وزیر اعظم بننے کا حق ہونا چاہیئے۔ لیکن پنڈت جی کا یہ اعلان "حقیقت" ہاتھی کے دانت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ پنڈت جی کے اس اعلان کے دوسرے یا تیسرے ہی روز اعلیٰ سرکاری ملازمتوں کے نتائج کا اعلان ہوا ہے۔ جس میں کسی ایک مسلمان کا بھی نام نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا تقسیم کے بعد تمام مسلمان ناقابل اور ناکارہ ہو گئے ہیں۔ یا قدرت کی سالمی کارکردگی اور قابلیتیں ہندوؤں کے لئے ہی مخصوص ہو گئی ہیں؟ واقعہ یہ نہیں واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے ایک منظم طریقے سے ہو رہا ہے۔ سوچی سمجھی اور پہلے سے تیار کی ہوئی اسکیم کے مطابق ہو رہا ہے۔ ہندوستان کے اخبارات دبے لفظوں میں اس قسم کی دھاندلیوں کو بے نقاب کرتے رہتے ہیں۔ روزنامہ نئی دنیا (دہلی) نے باوجود فرقہ پرستیوں کی دھمکیوں کے حق گوئی و بے باکی کی روش اختیار کی تھی لیکن ہندوستان کی سیکولر حکومت کب تک حق گوئی و بے باکی کو برداشت کرتی۔ چنانچہ اس نے نئی دنیا کے طابع اور ناشر سے پانچ پانچ ہزار روپے کی ضمانت طلب کر کے ان اعلانیہ سچ کہنے والے اخبار کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ ایک تو حکومت ہندی مسلمانوں پر ہر قسم کے مظالم توڑ رہی ہے دوسری طرف وہاں کا فرقہ پرست طبقہ آئے دن نت نئے طریقوں سے ہندی مسلمانوں کو پریشان کرنے میں مصروف ہے۔ ہندی مسلمانوں کی بے بسی اور بے کسی کا کچھ اندازہ الجمعیۃ دہلی کے اس اداریہ کے اقتباسات سے ہو سکتا ہے۔ جو اس نے "فرقہ پرستی اور سیکولرازم" کے عنوان سے لکھا ہے۔

وہ لکھتا ہے:-

"اقلیتوں کی دل آزاری کا طریقہ بند ہونا چاہیئے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کا سلسلہ بدستور جاری ہے اور اقلیتوں (مسلمانوں) کے خلاف نت نئے فتنے کھڑے کئے جاتے ہیں۔" (الجمعیۃ ۲۰ مارچ)

ایک طرف تو حکومت ہند اور ہندوستان کے فرقہ پرست مسلمانوں کے ہر طرح درپے آزار ہیں۔ دوسری طرف مسلمان بھی ان مصائب اور پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ بمبئی کا تعلیمی کنونشن، علی گڑھ کا سیاسی اجتماع، کانپور کا عظیم الشان جلسہ کلکتہ میں مسلمان رہنماؤں کی تقریریں اس بات کی شاہد ہیں کہ ہندی مسلمان اپنے آپ میں آ رہا ہے۔ مدراس کی انڈین یونین مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے شادی بل کے خلاف ۲۹ اپریل کو یوم احتجاج منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہندوستانی مسلم لیگ نے تمام ہندوستان کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ۲۹ اپریل کو متفقہ یوم شریعت منا کر حکومت ہند پر یہ ثابت کر دیں کہ وہ کسی بھی ایسے غیر اسلامی قانون کو منظور نہیں کر سکتے۔ جس سے اسلامی شریعت پر براہ راست زد پڑتی ہو۔ کیا یہ نئی تنظیم اور نئی حرکت کا پیش خیمہ ہوگا؟

لیکن اس کا علاج! صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ پاکستان مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے۔ اور جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں وہ۔

ایک ہوں سارے حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاک کاشغر

باب المراسلات

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟

مظفر گڑھ کے ایک صاحب کا ایک استفسار سابقہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ ان کا دوسرا سوال یہ ہے کہ موجودہ غیر اسلامی نظام میں چند لوگ عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، جب کہ دوسرے دکھ پا رہے ہیں عشرت کوشوں کو غلط روش کی سزا کب ملے گی۔ کہاں ملے گی، اس کی صورت کیا ہو گی؟

طلوع اسلام | اگر آپ نے اسلامی نظام کے قیام میں جان فروشانہ جد و جہد کی تو غلط روش پر چلنے والوں کو آپ کے سامنے سزا مل جائے گی۔ اور یہ ذلت و خواری اور تباہی و بربادی کی سزا ہو گی۔ لیکن اگر آپ نے اس کے لئے کوشش نہ کی۔ تو پھر یہ انقلاب خدا کے کائناتی قانون کی رو سے واقع ہو گا۔ جس میں ایک دن ہزار ہزار اور پچاس پچاس ہزار کا ہوتا ہے۔ لیکن دونوں صورتوں میں اس سزا کا سلسلہ اس زندگی سے بعد کی زندگی تک چلا جائے گا۔ کیونکہ زندگی جوئے رواں ہے۔ اور خدا کے قانون مکافات کی رو سے اعمال کے ظہور نتائج کا وقت یہاں کی زندگی میں بھی آسکتا ہے۔ اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی (تفصیل ان امور کی آپ کو محترم پرویز صاحب کی معرکہ آرا تصنیف "نظام ربوبیت" میں ملے گی۔ جو اس وقت پریس میں آخری مراحل سے گذر رہی ہے اور اب عنقریب شائع ہو جائے گی)

رجعت پسندی

کراچی سے ایک صاحب لکھتے ہیں۔ کہ جماعت اسلامی کے سلسلہ میں اکثر کہا جاتا ہے کہ یہ رجعت پسندوں کی جماعت ہے۔ کیا آپ بتائیں گے کہ اس اصطلاح کا صحیح مفہوم کیا ہے اور رجعت پسندانہ مسلک کسے کہتے ہیں؟

طلوع اسلام | انسانی علم اور فکر کی صورت یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا ہے یہ بھی آگے بڑھتا اور بلند ہوتا چلا جاتا ہے چنانچہ ہر دور کی علمی اور فکری سطح پچھلے دور سے اونچی ہوتی ہے۔ اگر اس سے بڑی چیز آگے ہوتی ہے۔ تو وہ وحی کی روشنی ہوتی ہے۔ جو ذہن انسانی کی پیدا کردہ نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنا "ترقی پسندانہ" مسلک کہلاتا ہے۔ جس کی تائید قرآن نے کی ہے۔ اس کے برعکس رجعت پسندانہ مسلک یہ کہتا ہے کہ نہیں۔ انسانی علم و فکر میں ترقی معکوس ہو رہی ہے۔ جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا ہے۔ انسانی علم و فکر کی سطح پست سے پست تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس لئے ہر دور کے انسان کو اپنی فکری راہ نمائی کے لئے پیچھے کی طرف دیکھنا چاہیئے۔ اس گروہ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ انسانی فکر کو ابھرنے اور بڑھنے نہ دے۔ وہ چاہتے یہ ہیں کہ افراد انسانیہ بالغ نہ ہوں ہمیشہ بچے رہیں۔ جن لوگوں کی فکری سطح پست ہوتی ہے (خواہ وہ پڑھے لکھے جاہل ہوں یا خواندہ) وہ ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اور یہ انہیں کھلونے دے کر بہلاتے رہتے ہیں۔ یہ عقائد میں چن چن کر ایسی باتیں پیش کریں گے۔ جن میں عجوبہ پسندی ہو۔ یہ "بالغ بچے" اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ چیزیں ان کی ذہنی سطح کے عین مطابق اور بچپنے کی فطرت سے یکسر ہم آہنگ ہوتی ہیں۔ عقائد سے آگے بڑھتے ہیں تو انہیں "اعمال" (کام) بھی بچوں کے سے بتاتے رہتے ہیں۔ تاکہ وہ اس کھیل میں مصروف رہیں۔ اس کا نام وہ "خدمت دین" رکھ دیتے ہیں۔ دوسری طرف ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کوئی آواز یا تحریک جو لوگوں کی فکری سطح کو اونچا کرنے کے لئے اٹھے۔ اسے دبا کر رکھ دیا جائے اس لئے کہ عوام کی فکری سطح کی بلندی میں ان حضرات کی امارت و قیادت کی موت ہوتی ہے۔ یاد رکھئے قوموں کی تباہی ہمیشہ انہی لوگوں کے ہاتھوں سے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مصاف زندگی میں وہی قوم شکست کھاتی ہے۔ جو فکری طور پر دوسری قوموں سے پیچھے رہ جاتی ہے۔

آپ جماعت اسلامی کی ہشت سالہ کارگزاری پر نگہ باز گشت ڈالئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان کے نامہ اعمال میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ عوام کو ان کی فکری سطح پر مطمئن رکھ کر اپنے ساتھ لگائے رکھا جائے۔ وہی عجوبہ پرستانہ مذہب جس پر ان کا بچپن کا سا ذہن مطمئن ہے۔ وہی ہنگامہ پرور سیاست جس میں ان کے بچوں کے سے سطحی جذبات کی تسکین ہوتی ہے۔ وہی چھوٹی چھوٹی سی "دینی خدمات" جن کے ثواب سے یہ لوگ اپنے آپ کو جنت کے مستحق سمجھنے لگ جائیں۔ (مثلاً)

> مرکز سے موصول شدہ پارچہ جات علاقہ کے مستحق لوگوں میں تقسیم کئے گئے۔ گاؤں کی مسجد کی مرمت اور صفائی وغیرہ کروائی۔ مسجد کا نلکہ مرمت کرایا گیا تاکہ پانی کا انتظام بہتر طریق پر ہو سکے۔ مسجد کے لئے گھڑی بھی خریدی گئی۔ ایک مسجد کے لئے لیمپ بھی خریدی گئی۔ مسجد کے نزدیک سے گذرنے والی پانی کی نالی بھی مرمت کرائی گئی۔
>
> (کارگذاری متفقین جماعت اسلامی مطبوعہ تسنیم بابت ۸ مارچ ۱۹۵۵ء)

دوسری طرف اس جماعت کا کارنمایاں یہ ہے کہ اس نے آٹھ برس سے مسلسل یہ "جہاد" شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں کوئی فکری تحریک آگے نہ بڑھنے پائے۔ سرزمین پاکستان اس اعتبار سے بے حد خوش نصیب تھی کہ یہاں اقبال جیسا قرآنی مفکر پیدا ہوا۔ اس وقت۔ اس سرزمین میں جو صحیح فکری شعاعیں آئینہ پاش نظر آرہی ہیں۔ وہ اس دیدہ ور کی بصیرت قرآن کی رہین منت ہیں۔ لیکن آپ نے جماعت اسلامی والوں سے کبھی ایک لفظ بھی اقبال کی تعریف یا تائید میں نہیں سنا ہو گا۔ تعریف و تائید تو ایک طرف اپنی نجی صحبتوں میں یہ لوگ۔ اقبال کا مذاق اڑاتے نظر آتے ہیں (نجی صحبتوں میں اس لئے کہ ابھی لوگ اقبال کی تحقیر و تضحیک برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان لوگوں کو اس کی جرأت نہیں ہوتی کہ علانیہ اس کا استہزا کریں) اقبال کے بعد اسی قرآنی بصیرت کے چراغ کو طلوع اسلام نے وجہ تابانی محفل بنایا۔ اور وہ ان "صالحین" کی مقدس زبان سے مسلسل گالیاں کھا رہا ہے۔ کوئی تہمت ایسی نہیں جو اس کے خلاف نہ تراشی جاتی ہو۔ اور کوئی بہتان ایسا نہیں جو اس کے سر نہ باندھا جاتا ہو۔ یہ محض اس لئے کہ عوام اس سے متنفر رہیں۔ اور اس طرح ان کی فکری سطح بلند نہ ہونے پائے۔ آپ غور کیجئے کہ طلوع اسلام نے قرآن کے متعلق جو لٹریچر پیش کیا ہے۔ اس پر غور و فکر کرنے سے قرآن کی عظمت کس طرح نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور خود ان لوگوں کی فکری سطح کتنی بلند ہو جاتی ہے۔ جو اس پر غور کرتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ ہم سے متفق ہوں گے کہ طلوع اسلام کی طرف سے جو کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں بیشتر ایسی ہیں۔ جنہیں مغرب زدہ ترین منکرین کے سامنے اس یقین اور اطمینان کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس سے قرآن کی عظمت اور دین خداوندی کی صداقت کا بے ساختہ اعتراف کریں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ ہزار ہا نوجوان جو کبھی کے دہریت اور کمیونزم کی آغوش میں جا پہنچے ہوتے۔ اس لٹریچر کی بدولت دین کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں۔ آپ سوچئے کہ اگر جماعت اسلامی والے اس قسم کی فکری تحریک کے پیچھے یوں لٹھ لے کر نہ پڑ جاتے۔ تو اس سے آج کس قدر وسیع نتائج مرتب ہو جاتے۔ لیکن پھر ان کی امارت کیسے قائم رہتی۔ ان کی امارت کا تو راز ہی اس میں ہے کہ

چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئین تو خوب

اس مرد مسلمان کے متعلق ان کی ایک دوسرے کو یہی تاکید ہوتی ہے کہ

مست رکھو ذکر و فکر صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

البتہ اس کے لئے الفاظ نئے استعمال کر دیں۔

ظاہر ہو کہ یہ بڑے ترقی پسند واقع ہوئے ہیں

یہ ہے مفہوم رجعت پسندانہ مسلک سے جو قوم کو اس بری طرح سے تباہ کئے جا رہا ہے۔

بین الاقوامی جائزہ (صفحہ ۷ کا بقیہ)

کے مقام پر اس کی دسویں سالگرہ منائی جا رہی ہے۔ اس موقعہ پر دول اربعہ کے وزرائے خارجہ موجود ہوں گے، توقع کی جاتی ہے کہ وہ تمہیدی گفتگو کر سکیں گے اگر ایسا ہو گیا تو مزید مذاکرات کے لئے فضا تیار ہو جائے گی۔ غنیمت ہے کہ بڑی طاقتیں مذاکرات باہمی کیلئے تیار رہتی ہیں ان سے امن کی صورت نکل سکے یا نہیں کم از کم اتنا تو ہو گا کہ باقاعدہ تصادم کچھ وقت کے لئے ملتوی ہو جائے گا۔ انسان اپنی بے بسی میں انہی صورتوں کو غنیمت سمجھا کرتا ہے، جن میں آخری فیصلوں میں التوا ہوتا جائے۔

حقائق وعبر

صالحیت کے مجسّمے

یوں تو جماعت اسلامی روز اول ہی سے "طلوع اسلام" کی شبانہ روز مخالفت کو جزو ایمان اور "صالحیت" کا معیار سمجھتی رہی ہے لیکن جب سے "طلوع اسلام" ہفتہ وار ہوا ہے اس کا پیچ وتاب حد سے بڑھ گیا ہے اور ان کی حالت عجیب ہوگئی ہے۔ اگر ایک طرف ہر "صالح" کی زبان ہوا کے دوش پر گالیوں کے پشتارے لادرہی ہے تو دوسری طرف اسی صالح کا قلم صفحہ قرطاس کو سب وشتم سے داغدار کرتا چلا جارہا ہے۔ "طلوع اسلام" اپنی اس عزت افزائی پر جس قدر بھی فخر کرے کم ہے۔ بقول غالب

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

قارئین کو اس لذت میں شریک کرنے کے لئے اس ذکر کا ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ روزنامہ "تسنیم" لاہور نے ۳۰ مارچ ۱۹۵۵ء کے اداریئے میں (حسب عادت، گورنر جنرل کے تازہ آرڈی ننس میں کیڑے نکالتے ہوئے "طلوع اسلام" کو بھی اسی تیر سے چھیدنے کی کوشش کی ہے۔ "طلوع اسلام" نے ۲۶ مارچ کی اشاعت میں "دفتری نیرنگیاں" کے عنوان سے جو لمعات شائع کئے، ان میں سے مندرجہ ذیل اقتباس انہی نقل کیا۔

آپ کسی سرکاری ملازم سے بات کرکے دیکھئے (حتیٰ کہ اب تو بڑے بڑے افسر بھی اس زمرے میں شامل ہوگئے ہیں) وہ بے باکانہ کہنا شروع کردے گا کہ صاحب حکومت میں نہ کسی قاعدے کی پابندی رہ گئی ہے نہ قانون کی۔ نہ کہیں دیانتداری ہے نہ ایمانداری۔ رشوت ہر جگہ عام ہے۔ اعزہ نوازی اور اقربا پروری ہر ایک کا شیوہ بن رہا ہے۔ ذاتی مفاد اور اغراض خویش ہر ایک کے سامنے ہیں۔ کوئی کام ٹھکانے سے نہیں ہو رہا۔ دفاتر میں کوئی نظم وضبط باقی رہ گیا ہے نہ قانون اور ضابطہ کا احترام اور پاس۔ ماتحت افسر کی نہیں مانتا، افسر عدل وانصاف کا لحاظ نہیں رکھتا۔" اندھیر نگری چوپٹ راج!

یہ اقتباس دے کر "تسنیم" کے مدیر نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حکومت بعہد گورنر جنرل قانون وآئین کے تقاضوں کو نظر انداز کرنے کی عادی ہے۔ ذرا اس صالح مدیر کی دیانت کی داد دیجئے کہ اس نے نامکمل اقتباس کو اپنی تائید میں استعمال کرلیا۔ لیکن چند سطریں اور نقل کرکے اپنے قارئین کو یہ نہ بتایا کہ "طلوع اسلام" کے نزدیک یہ فضا جماعت اسلامی ہی کی پیدا کردہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ سارے مقالہ میں یہی دکھایا گیا ہے کہ جماعت اسلامی کس طرح حکومتی کارندوں کے دل سے نظم وضبط کا احترام نکال رہی ہے۔

"تسنیم" نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آگے چل کر لکھا ہے کہ "طلوع اسلام" جس حلقے کا اخبار ہے اور موجودہ حکومت سے ساتھ اس کے جس قسم کے تعلقات ہیں وہ محتاج بیان نہیں"۔ گویا "تسنیم" نے بالکل اسی حربے سے کام لیا ہے جس کا ذکر "طلوع اسلام" نے ۲۶ مارچ کے لمعات میں کیا ہے یعنی یہ کہ "طلوع اسلام" کو حکومت کا اخبار کہہ کر اپنے حلقہ میں بدنام کیا جائے۔ "تسنیم" نے یہ کچھ اشارہ سے کہا ہے صاف صاف نہیں کہا۔ لیکن ہم "تسنیم" کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ بتائے کہ "طلوع اسلام" "کس" "حلقے کا اخبار" ہے اور اس کے "موجودہ حکومت کے ساتھ" "کس" "قسم کے تعلقات" ہیں؟ اگر اس نے خدا واسطے کی گالیاں دینا اپنا شعار نہیں بنالیا تو وہ صاف صاف بتائے کہ اس کے نزدیک حقیقت حال کیا ہے؟ اور اس کا اس کے پاس کیا ثبوت ہے؟ اگر "تسنیم" یا جماعت اسلامی کے دیگر حضرات اس حقیقت کا انکشاف فرمادیں اور اس کی کوئی دلیل بہم پہنچادیں کہ طلوع اسلام حکومت کا پرچہ ہے تو اس سے ہمیں بڑا فائدہ پہنچے گا۔ اس وقت طلوع اسلام کی حالت یہ ہے کہ وہ مراعات جو حکومت کی طرف سے عام اخبارات کو یونہی دیدی جاتی ہیں طلوع اسلام پر ان کے دروازے بھی بند ہیں۔ مثلاً ابھی کل کی بات ہے کہ ہم نے حکومت سے درخواست کی کہ ہمیں باہر سے کاغذ درآمد کرنے کی اجازت دی جائے۔ یہ اجازت متعدد اخبارات کو دی جاچکی ہے اور اس سے کاغذ مقابلتاً سستا مل جاتا ہے۔ حکومت نے دو لفظی جواب میں درخواست کو نامنظور کردیا اور اتنا بھی ضروری نہ سمجھا کہ اس کے دلائل کا جواب دیا جائے۔ یا مثلاً ہم کئی مہینوں سے ایک ٹیلیفون حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ اور ہزار دوڑ دھوپ کے باوجود اس میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ حالانکہ کراچی میں اخبارات تو ایک طرف، اخبار بیچنے والوں کی دکانوں پر بھی ٹیلیفون لگے ہوئے ہیں۔ ایسی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں اگر جماعت اسلامی کے حسن وساطت سے یہ معلوم ہوجائے کہ طلوع اسلام حکومت کا پرچہ ہے تو ہم اس حکومت سے یہ تو کہہ سکیں کہ سرکار یہ "رستم اور افراسیاب کی کشتی" کا تماشا کب تک (جس میں دونوں کو پتہ نہیں کہ ان کا باہمی تعلق کیا ہے) طلوع اسلام آپکا۔ آپ طلوع اسلام کے۔ پھر یہ بےرُخی کیوں؟

کیا صالحین کرام ہم پر اتنا احسان کریں گے؟

عالم اسلامی

ترکی عراقی معاہدہ کی توسیع سے متعلق جو قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں وہ لباس حقیقت اختیار کرتی جارہی ہیں۔ برطانیہ نے اس معاملے میں شرکت کا اعلان کردیا ہے۔ اسی ضمن میں برطانیہ اور عراق میں ایک معاہدہ دفاع بھی طے پایا ہے جو موجودہ معاہدہ کا بدل ہے۔ ان دو ممالک میں ۱۹۳۰ء میں ایک معاہدہ ہوا تھا، جو دو سال بعد نافذ العمل ہوا اور جس کی مدت حیات ۱۹۵۷ء تک تھی۔ اس کی رو سے حبانیہ اور شیبہ کے ہوائی اڈے برطانیہ کے قبضہ میں تھے اور اسے عندالضرورت عراق سے اپنی فوجیں گزارنے کا بھی حق حاصل تھا۔ معاہدے کی تفاصیل ہنوز شائع نہیں ہوئیں لیکن کہا گیا ہے کہ برطانیہ یہ دونوں اڈے ایک سال کے اندر خالی کردے گا۔ البتہ اسے عراقی اڈے استعمال کرنے کا حق حاصل رہے گا۔ نیز برطانوی ماہرین عراقی فوج کی تربیت اور تنظیم میں مدد دیں گے۔ جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا تھا، عراق نے بڑی عمدگی سے، بغیر کسی بدمزگی اور تلخی کے یہ معاہدہ بدلوالیا ہے، گو اس کے حسن وقبح سے متعلق فی الحال بات نہیں کی جاسکتی لیکن جس معاہدے کو عراق نے رضاکارانہ اور آزادانہ منظور کیا ہے وہ اس کے مفاد کے منافی نہیں ہوسکتا۔

اب ترکی اور عراق نے باقاعدہ طور پر پاکستان کو دعوت دیدی ہے کہ وہ اس معاہدے میں شریک ہوجائے۔ پاکستان اس دعوت کو لازماً قبول کرے گا بلکہ ایک حد تک تو وہ اس میں شریک ہے، اس کا معاہدہ ترکی سے ہوچکا ہے جو ترکی عراقی معاہدے سے مشابہ ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ پاکستان کی شرکت کے بعد مشرق وسطیٰ کی دفاعی تنظیم کا ہیولیٰ تیار ہوجائے گا۔ کیونکہ ترکی، عراق، پاکستان، اور برطانیہ، چار ممالک اس میں شریک ہوچکے ہوں گے۔

مصر اس دفاعی تنظیم پر پیچ وتاب کھا رہا ہے۔ وہ قاہرہ میں ایک ناکام کانفرنس منعقد کرچکا ہے اور نئے عربی دفاعی معاہدے کی تفصیلات طے کرنے سے قاصر رہا ہے۔ اب کشمکش تعلق کا مرکز انڈونیشیا کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ جہاں بندونگ کے مقام پر ۱۸ اپریل کو ایشیائی افریقی کانفرنس منعقد ہورہی ہے مصر اس اجتماع سے فائدہ اٹھاکر پنڈت نہرو کی مدد سے عربی ممالک کو اپنے پیچھے لگانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن نتیجہ معلوم!

مصر کو یمن سے بھی تائید حاصل ہوتی نظر آتی تھی، لیکن وہ ملک "انقلاب" کا شکار ہوگیا ہے۔ وہاں شاہ احمد کو فوج نے برطرف کردیا ہے اور ان کے بھائی عبداللہ کو تخت نشین کردیا ہے۔ اس انقلاب کی علت بخوبی عیاں نہیں ہوئی۔ لیکن یہ قابل ذکر ہے کہ نئے شاہ کا رجحان اقوام مغرب کی طرف ہے۔ وہ متعدد بین الاقوامی کانفرنسوں میں شریک ہوچکے ہیں اور امریکہ اور انگلستان کے دورے بھی کرچکے ہیں۔ مصر اور سعودی عربیہ اس سے کافی مضطرب ہیں اور اس کوشش میں ہیں کہ بیچ بچاؤ کرکے معاملہ رفع دفع کرادیں۔ اس تبدیلی سے ایک حد تک یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ مصر اپنی قیادت دوسرے ممالک پر بآسانی مسلط نہیں کرسکتا، اور جو حکمران اس کے بازو بن آئیں گے وہ ملک کو مطمئن نہیں کرسکیں گے۔

ستاروں کی گذرگاہیں

اقبال کے الفاظ میں روح ارضی نے آدم کا استقبال کرتے ہوئے کہا تھا۔

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دُور سے گردوں کے ستارے

یا آدم کا مقام یہ ہے کہ

ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

اس مقام کو حاصل کرنا تو ایک طرف ابھی تک انسان بالعموم اس مقام کا شعور بھی حاصل نہ کر سکا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ ستاروں کی گذرگاہوں کی خاک چھانتا پھرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ . . . اپنی تقدیر تک کو ان کی گردش و حرکت تک کے تابع سمجھتا ہے انسان اس تلاش میں ایسا خوار و زبوں ہوا کہ وہ

اپنے افکار کی دنیا میں سفر نہ کر سکا

رفتہ رفتہ انسان اپنے آپ میں آنا شروع ہوا۔ اور سائنس نے عطا کردہ آلات سے ان کروں کی حقیقت و ماہیت جاننے لگا نگاہ کا زاویہ بدلا تو کائنات ہی بدل گئی۔ اور انسان کو نظر آنے لگا کہ

شاید کہ زمیں ہو یہ کسی اور جہاں کی
تو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا

اس سے اسے حوصلہ ہوا اور اس نے نعرہ لگایا۔

بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں
زیر پر آگیا تو یہی آسماں زمیں

چنانچہ وہ اب اس آسمان کو زمین بنانے کے منصوبے تیار کر رہا ہے۔ کیا وہ ستاروں تک پہونچ جائے گا؟ پہونچے گا تو انہی میں کھو جائے گا؟ یا ستارے اس کی منزل کے سنگ میل ہوں گے یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب وقت دے گا لیکن انسان کو بالآخر اقطار السموات والارض سے نکلنا ہے وہ منزل کب آئے گی: اس کا جواب وثوق سے دینا مشکل ہے۔ لیکن اس "شاہراہ آدم" کے نقوش ابھرتے چلے جاتے ہیں۔

ستاروں کو جانے کی خواہش انسانی سینے میں نہ معلوم کتنے زمانے سے موجزن ہے وہ حتی المقدور انھیں جانتا گیا۔ اور تخیل کے پروں پر ان بلندیوں کی سیر کرتا رہا۔ اب یہ تخیل کی پروازیں حقیقی ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ ستاروں کے راستے میں فضا (SPACE) حائل ہے چونکہ اس میں زمین کی کشش ثقل نہیں۔ اس لئے اس میں سفر آسان نہیں۔ لیکن انسان کے لئے کون سی شے ناممکن ہے۔ وہ اڑ سکتا ہے اور ہزاروں میل کی رفتار سے۔ تھوڑا عرصہ ہوا لندن میں متعدد ممالک کے سائنسدانوں کا اجتماع ہوا تاکہ سیاروں کے مابین سفر سے متعلق معلومات کا جائزہ لے کر اس کے عملی پہلو پر غور کریں۔ وہ اس نتیجہ تک پہنچے کہ ایک مصنوعی سیارہ فضا میں معلق کیا جا سکتا ہے جو فضائی سفر کے لئے اسٹیشن کا کام دے۔ اب اسے امریکن راکٹ سوسائٹی

(AMARICAN- ROCKET SOCIETY)

کی فضائی پرواز کی کمیٹی SPACE FLIGHT COMMITTEE نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے، اور نیشنل سائنس فاؤنڈیشن سے درخواست کی ہے کہ وہ ایسے مصنوعی سیارے کی افادیت کا تفصیلی مطالعہ کرے۔

اس درخواست کا مطلب یہ ہے کہ یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ مصنوعی سیارے کی تجویز قابل عمل ہے۔ اب دیکھنا صرف یہ ہوگا کہ زمین سے کم و بیش چھ سو میل اونچی فضا میں مصنوعی سیارہ کیسے "نصب" کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ اس سیارے پر کوئی انسان نہیں ہوگا۔ لیکن اس سے ستاروں کی گذرگاہوں اور افلاک میں انسانی پرواز آسان ہو جائے گی۔ غالباً اس وقت یہ انسان کے سیارے ہی ممکن العمل ہیں۔ اس بارے میں کوئی دس سال سے تجربات کئے جا رہے ہیں۔ اب تک اگر ایسا سیارہ تیار نہیں ہو سکا تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس پر جو لاگت آئے گی، اس سے عہدہ برآ ہونا ناممکن ہوگا، لیکن اب تجربوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خرچ پورا کیا جا سکیگا۔ کمیٹی مذکور نے اس ضمن میں مختلف شعبوں میں کام کرنے والے سائنس دانوں سے جو شہادات حاصل کی ہیں وہ بھی اس کی موید ہیں کہ ایک مصنوعی سیارہ فضا میں یوں معلق کیا جا سکتا ہے کہ وہ زمین کے گرد گردش کرے اور اس سے سلسلہ مواصلات بھی برقرار رکھا جا سکے۔

مشہور ولسن رصدگاہ کے ڈائرکٹر، ڈاکٹر ایرا بوون کا خیال ہے کہ ایسا چھوٹا سا سیارہ متوازن نہیں ہو سکیگا، اور اس سے دور کی چیزوں کا مشاہدہ مقابلۃً آسان نہیں ہوگا، ان کا کہنا ہے کہ زمین کی ہوائیں دوربینوں کی قوت کو کم کر دیتی ہیں البتہ اگر کہیں چاند پر دوربین نصب کی جائے تو پھر فضا کے بسیط میں تیرنے والے کروں کا مشاہدہ آسان ہو جائے گا! انھیں یہ خطرہ نظر آتا ہے کہ مصنوعی سیارے سے زمین کو ضروری معلومات پہونچانا عملاً دشوار ہو جائے گا۔ لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ بجلی سے تصویریں لینے کے نئے طریقوں سے زمین کو بخوبی باخبر رکھا جا سکیگا۔ گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ زمین اور چاند کے مابین خود ساختہ اسٹیشن سا قائم کرنا عین ممکن ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ اس کے لئے کیا عملی طریق کار اختیار کیا جائے۔ واضح رہے کہ اس وقت اندازہ یہ ہے کہ

کہ مصنوعی سیارہ کھوکھلا "غبارہ" سا ہوگا۔ جس کا قطر چند فٹ سے زیادہ نہ ہوگا۔ اس کا وزن سوا من کے لگ بھگ ہوگا۔ اسے راکٹ کے ذریعہ فضا میں بہت اونچا پہونچا دیا جائے گا۔ جہاں وہ چند ہفتوں تک فضا میں تیرتا رہ سکے گا۔

یہ چند ہفتوں کی میعاد بڑی قلیل ہے۔ اور اس سے خلا میں قدم جمانا اور ضروری معلومات فراہم کرنا خاصا دشوار ہوگا۔ لیکن زمین کی کشش ثقل سے یہ عارضی آزادی انسان کو نئی آزادی سے ہم کنار کرنے کی ضامن ہو جائے گی۔ یہ آزادی اسے ستاروں تک پہونچا دے گی۔ اگر یہ ستاروں کی گذرگاہوں کو ڈھونڈنے والا انسان اپنے افکار کی دنیا میں بھی سفر کر سکتا۔ تو یہ دنیا یقیناً ایسا جہنم نہ رہتی۔ جس سے بھاگ کر انسان کا لاشعور ستاروں میں پناہ لینے کی سوچ رہا ہے۔ لیکن اپنے افکار کی دنیا میں سفر تو وحی کی روشنی میں ہی ممکن ہے۔ اور اس سے مغرب کی آنکھ بیگانہ ہے۔ یہ بھی فطرت کی عجیب تقسیم ہے کہ مشرق میں روشنی ہے اور آنکھ نہیں اور مغرب میں آنکھ ہے اور روشنی نہیں!

نقد و نظر

آشیانہ (ہفتہ وار) مدیر صفدر سلیمی، ملنے کا پتہ:- دفتر آشیانہ، راجگڑھ روڈ لاہور۔ سالانہ چندہ ۱۱ روپے فی پرچہ ۳ آنے

اس ہفتہ وار اخبار کے سرورق پر لکھا ہوا ہے "قرآنی تصورحیات کا نقیب" اور افتتاحی اداریئے میں اس کے قارئین کو یقین دلایا ہے کہ "ہمارے قلم کی دعوت جذبات کی بجائے فکر و نظر کے نام پر ہوگی ہم تطہیر فکر اور تعمیر قلب کے نشانوں کو سفر کی ہر منزل پر سامنے رکھیں گے" آگے چل کر "منشور" کے تحت کہا گیا ہے "آج ہماری سیاست بے نتیجہ ہے (کیونکہ) ہم نے ایک معاشرے کی تعمیر سے روگردانی اختیار کی جس کا ارتقاء اسلامی خطوط پر ہو" اب تک جو دو تین پرچے شائع ہو چکے ہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ "آشیانہ" ان دعووں کو پورا کرنے کی مخلصانہ کوشش کر رہا ہے۔ ہمیں ایسے ہمنوا کی خوشی ہے۔ لیکن یہ منزل ہے بڑی کٹھن۔ "طلوع اسلام" جانتا ہے کہ "تطہیر فکر" کتنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ لیکن یہ کام ہے کرنے کا۔ ہم سفروں کے لئے شہر جاتی آسانی ہے کہ "طلوع اسلام" راہ کے بیشتر کانٹوں کو دور کر چکا ہے۔ اگر ہمارے معاصر نے صبر اور استقامت سے کام لیا تو منزل مقصود کو پالینا چنداں دشوار نہیں رہے گا۔

آشیانے میں حالات حاضرہ پر بھی بحث کی جاتی ہے اور کتابت طباعت اچھی ہے۔

سویرا (مرتبہ حنیف رامے اور نذیر چودھری) شائع کردہ نیا ادارہ لاہور

"سویرا" کا خاص نمبر (قیمت ۳ روپے صفحات ۳۴۰) محنت سے ترتیب دیا گیا ہے اور اس سے خوش ذوقی اور نفاست کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں تصاویر بھی ہیں، مضامین بھی، افسانے

بھی نظمیں بھی، غزلیں بھی۔ ان میں تنوع ہے اور سائنس کے لکھنے والے بھی اپنے حلقے میں معروف ہیں۔ یہ جریدہ اپنا مقام رکھتا ہے اور ان اعتبارات سے محتاج تعارف نہیں۔ البتہ یہ اور اس قسم کے جرائد کو دیکھ کر جو اصولی نکتہ سامنے آتا ہے وہ قابل غور ہے ان

سے اس ذہنی پریشانی اور قلبی اضطراب کا اندازہ لگ جاتا ہے جس میں ہمارا نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ اس بری طرح سے مبتلا ہو رہا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ زندگی کے متعلق جو باتیں اس سے پہلے لوگوں کو عام طور پر مطمئن کر دیا کرتی تھیں۔ زمانہ اس قدر بدل چکا ہے کہ ان سے اب متجسس قلوب مطمئن نہیں ہو سکتے وہ اپنے اطمینان کی خاطر کچھ اور چاہتے ہیں، لیکن ہمارا قدامت پرست طبقہ اس پر مصر ہے کہ نہیں! انہی فرسودہ تصورات سے مطمئن ہونا پڑے گا۔ اس سے ہمارے نوجوان چند در چند الجھنوں کا شکار ہو گئے ہیں

یہ ٹھیک ہے کہ نوجوان غلط راہ پر جا رہے ہیں۔ لیکن اس کی ذمہ داری نوجوانوں پر نہیں بلکہ ان کے بزرگوں پر ہے۔ نوجوان کی سمت سفر متعین کرنے سے قاصر ہے۔ اس صورت حال کا علاج نوجوانوں کو کوستے رہنا نہیں بلکہ ان کے مسائل و مشکلات کو سمجھنے اور مناسب رہنمائی دینے میں ہے۔ قوموں کی تقدیریں ان کی ابھرنے والی نسلوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں۔ آپ سوچئے کہ جس قوم کی آنے والی نسل کا یہ عالم ہو کہ وہ اپنی تمام صلاحیتوں کو گوبرے کے رقص کی طرح ضائع کر رہی ہو۔ اور انہیں کوئی صحیح منزل کی طرف نشان دہی کرنے والا نہ ملے تو اس قوم کا حشر کیا ہوگا۔ لیکن قوم کے اکابر کو اس کی فرصت ہی نہیں کہ وہ اس خلا کو پر کرے۔

طلوع اسلام نے اپنی بساط کے مطابق اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ایسی کتابیں شائع کی ہیں جو نوجوانوں کے مرض کا مداوا ہو سکتی ہیں۔ اسباب زوال امت، ابلیس و آدم، سلیم کے نام، فردوس گم گشتہ، قرآنی فیصلے وہ چند کتابیں ہیں جو اس دور کے پریشان نوجوان کیلئے وجہ طمانیت قلب بن سکتی ہیں ہمیں اس کا احساس ہے کہ جو نوجوان مختلف سمت کو چل دیئے ہیں۔ ان کے لئے راستہ کی تبدیلی آسان نہیں ہوگی۔ لیکن اگر وہ کبھی سستانے بیٹھیں اور ان کتابوں کو بھی ذرا اچٹتی نظر سے دیکھ لیں تو ہمیں توقع ہے کہ وہ اس محنت کو رائیگاں نہیں سمجھیں گے نفس مضمون کو چھوڑ کر خالص ادبی نقطہ نگاہ سے بھی یہ کتابیں ان کے ذوق پر گراں نہیں گزریں گی۔ ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں کہ جو نوجوان ان کتابوں یا ادارہ "طلوع اسلام" کی دوسری مطبوعات کو خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ انہیں زیادہ سے زیادہ رعایت دے کر یہ لٹریچر ان تک پہنچائیں۔ کیا ہم توقع کریں کہ ہمارے نوجوان اس پیشکش سے فائدہ اٹھائیں گے؟

اقبال نمبر

۲۳ اپریل کا طلوع اسلام اقبال نمبر ہوگا۔ ایجنٹ حضرات زاید کاپیوں کی فوراً اطلاع دیں۔

"ناظم"

مطبوعات طلوع اسلام

معراج انسانیت — از پرویز۔ سیرت صاحب قرآن علیہ التحیۃ والسلام کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی پہلی اور کامیاب کوشش۔ مذاہب عالم کی تاریخ اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ ساتھ حضور سرور کائنات کی سیرت اور دین کے متنوع گوشے نکھر کر سامنے آگئے ہیں۔ بڑے سائز کے تقریباً نو سو صفحات، اعلیٰ ولایتی گلیزڈ کاغذ، مضبوط و حسین جلد مع گرد پوش۔ قیمت بیس روپے

ابلیس و آدم — از پرویز۔ سلسلہ معارف القرآن کی دوسری جلد جسے نظر ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ انسانی تخلیق، قصۂ آدم، ابلیس، جنات، ملائکہ، وحی وغیرہ جیسے اہم مباحث کی حامل۔ بڑی تقطیع کے ۴۰۰ صفحات۔ قیمت آٹھ روپے

قرآنی دستور پاکستان — اس میں پاکستان کے لئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے۔ اور حکومت، علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستوروں پر تنقید کی گئی ہے ۲۳۴ صفحات قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

اسلامی نظام — اسلامی مملکت کے بنیادی اصول کیا ہیں اور اسلامی نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں پرویز اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنہوں نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ ۱۴۴ صفحات۔ قیمت دو روپے

سلیم کے نام — از پرویز۔ نوجوانوں کے دل میں اسلام سے متعلق جو شکوک پیدا ہوئے ہیں ان کا شگفتہ مدلل اور اچھوتا جواب۔ بڑے سائز کے ۲۲۵ صفحات قیمت چھ روپے

قرآنی فیصلے — روز مرہ کی زندگی کے ساٹھ اہم مسائل و معاملات پر قرآن کی روشنی میں بحث ۴۰۰ صفحات۔ قیمت چار روپے۔

اسباب زوال امت — از پرویز۔ مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا۔ ۱۵۰ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

جشن نامے — ایسے عنوانات جنہیں پڑھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی ہو اور آنکھوں میں آنسو۔ طنز اور تنقید کے گہرے نشتر۔ سات سالہ دور آزادی کی سمٹی ہوئی تاریخ۔ ۲۵۶ صفحات قیمت دو روپے آٹھ آنے

مزاج شناس رسول — یہ کون بتائے کہ صحیح احادیث کونسی ہیں اور غلط کونسی؟ مزاج شناس رسول! مزاج شناس کون ہیں؟ اس کی تفصیل اس کتاب میں ملے گی۔ ۴۸۰ صفحات۔ قیمت چار روپے

مقام حدیث — حدیث کے متعلق تمام اہم سوالات کے تفصیلی جواب۔ احادیث کے متعلق اتنی معلومات کسی جگہ یکجا نہیں ملیں گی۔ دو جلدیں۔ ہر جلد کے قریباً چار سو صفحات اور قیمت فی جلد چار روپے

فردوس گم گشتہ — از پرویز۔ ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہ کا زاویہ بدل دیا خالص ادبی نقطہ نگاہ سے اردو لٹریچر کی بلند پایہ تصنیف۔ ۴۱۶ صفحات۔ قیمت چھ روپے

نوادرات — از علامہ اسلم جیراجپوری۔ علامہ موصوف کے مضامین کا نادر مجموعہ۔ چار سو صفحات۔ قیمت چار روپے

اسلامی معاشرت — از پرویز۔ مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ۔ رہنے سہنے کے ڈھنگ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینے میں۔ صفحات ۱۹۲۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

نوٹ

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ۔ ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۳۷۳۔ کراچی

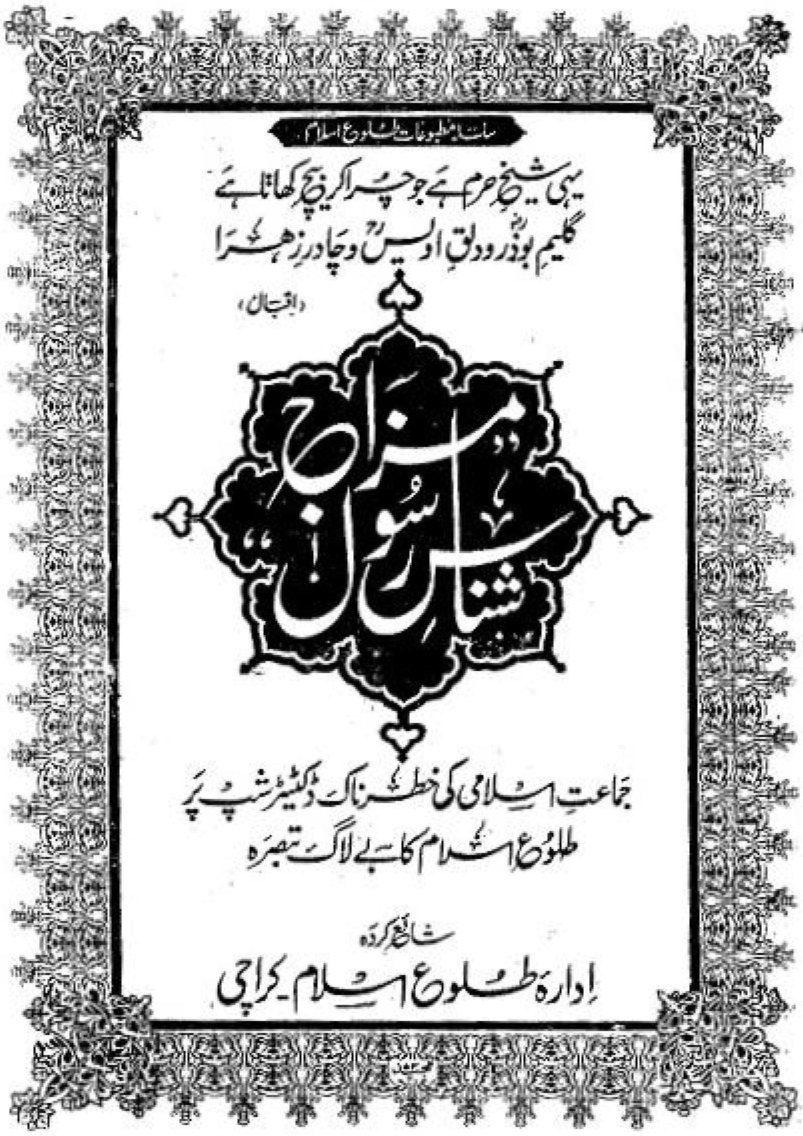

ضخامت ۴۴۸ صفحات - مجلد مع گرد پوش -
قیمت -/۴ روپے علاوہ محصول ڈاک

قیمت -/۸/۱ روپیہ

قیمت -/۲ روپے

دور حاضرہ کی ایک عجیب و غریب کتاب

ہماری بصیرت کے مطابق

قرآنی فیصلے

ایسے متعدد امور کے متعلق جنہیں
سمجھا کچھ اور جاتا ہے — اور وہ ہیں کچھ اور

شائع کردہ۔ ادارہ طلوع اسلام کراچی

ضخامت ۴۰۸ صفحات مجلد مع گردپوش
قیمت -/۴ روپے علاوہ محصول ڈاک

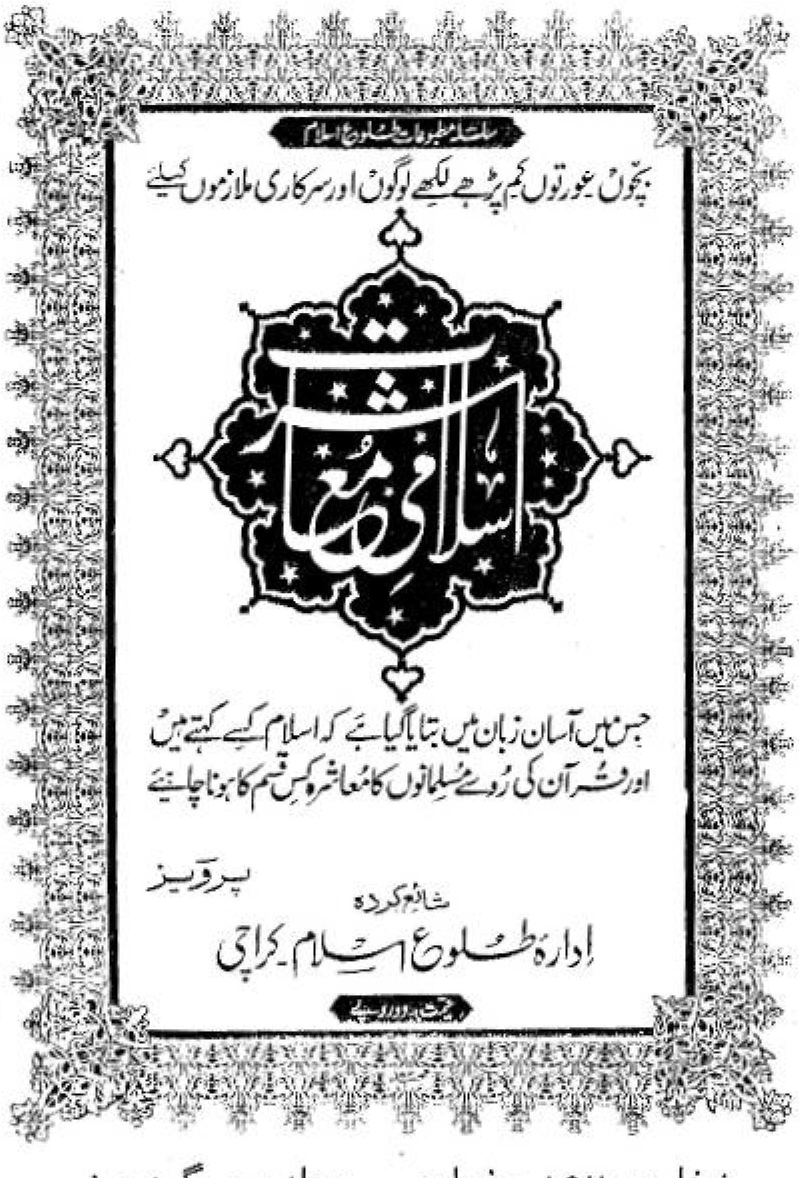

ضخامت ۱۹۲ صفحات مجلد مع گرد پوش
قیمت -/۲ روپے علاوہ محصول ڈاک

فردوسِ گم گشتہ

دورِ حاضرہ کے نوجوان طبقے کے دلوں میں حسِ عقابی رُوح کی بیداری کے
آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ اس کے بال و پر کی بالیدگی میں
"مفسرِ قرآن" و "ترجمانِ اقبال" جناب پرویز
کے فکرِ عمیق اور اسلوبِ بلیغ کا حصہ نمایاں ہے۔
"فردوسِ گم گشتہ" اسی صاحبِ نظر کے فکر و اسلوب کا دلکش مجموعہ ہے
جو ملت کی متاعِ گم شدہ کی بازیابی کی راہ بتاتا ہے۔ اور ہر حساس
قلب کو جس میں تخلیقِ نو کی آرزو موجزن ہے، پکار پکار کر کہتا ہے کہ

صورت گری را از من بیاموز
شاید کہ خود را باز آفرینی

ضخامت ۴۱۲ صفحات مجلد مع گرد پوش قیمت -/۶
علاوہ محصول ڈاک

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Adabi Press, Robson Road, Karachi.